اہم مسائل کے چہرہ سے نقاب کشائی کی ہے، متعدد وجوہ کی بنا پر ہم اس راز کی پردہ دری کرتے ہین کہ یہ مضمون مشہور ترک مصنف **خلیل خالد** بے، مصنف ہلال وصلیب وغیرہ کے قلم سے نکلا ہے، موصوف جنگ بلقان کے پس وپیش زمانہ مین ہندوستان مین سفیر رہ چکے ہین، اور ان کے یہ تمام معلومات ان کے ذاتی تجربہ اور واقفیت پر مبنی ہین، ہماری کونسلون کے ممبرون کو اور خصوصاً جو سرکاری حج کمیٹی کے ممبر ہون ان کو خصوصیت کے ساتھ یہ رسالہ پڑھنا چاہئے، جامعہ ملیہ کے شعبۂ تالیف و تصنیف نے اسی انگریزی مضمون کا یہ اردو ترجمہ اس نام سے شایع کیا ہے، قیمت ۴ر پتہ: بدرالدین حسین، جامعہ ملیہ علی گڈھ،

خزینۃ المیراث، اردو مین علم فرائض پر متعدد کتابین شائع ہو چکی ہین، یہ کتاب بھی اسی علم مین ہے، اور مولوی فتح الدین صاحب خوشابی اس کے مؤلف ہین، اس کتاب کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس مین عملی طریق سے علم فرائض کی تعلیم کی گئی ہے، مسائل کی ہر ممکن صورت کو فرض کر کے اس کے جوابات کے عمل بتائے گئے ہین، شروع مین اصطلاحات کی تصریح اور ہر حصہ دار شرعی کی مختلف حالتون کی تفصیل کی گئی ہے، کتاب مفید ہے، قیمت عہ ۸ر، پتہ محمد اسمٰعیل صاحب کشمیری دروازہ لاہور۔

حیات کامل، مولانا مظہرالدین صاحب شیرکوٹی اڈیٹر الامان نے حیات کامل کے نام سے مرحوم مصطفی کامل پاشا، مصر کے قومی فرقہ کے بانی ورہبر کے حالات زندگی ترتیب دئے ہین، اس عہد مین جب مسلمان قومین تجدید ترقی کیلئے بجان ودل کوشان ہین، اس مصری رہبر کی زندگی سبق آموز ہو گی، مولانا نے نہایت تفصیل سے مصر کے سیاسی حالات اور کامل مرحوم کے کارنامے لکھے ہین، اسی ضمن مین مسلۂ مشرقیہ کی تشریح بھی آگئی، بہتر ہوتا اگر مولانا اپنی عربی ماخذ کا بھی دیباچہ مین تذکرہ فرما دیتے، لکھائی چھپائی عمدہ، ضخامت ۱۹۲، قیمت عہ، پتہ: دفتر الامان گلی قاسم جان دہلی،

مجلد دہم	ماہ ربیع الاوّل ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۲۲ء	عدد پنجم

مضامین

شذرات

الہ آباد یونیورسٹی کے مسلم ہوسٹل کے طلبہ نے ایک انجمن اردو کی بنیاد ڈالی ہے جس کا مقصد اردو
زبان کے علوم و ادبیات کی ترقی ہے، اس تحریک کا جس قدر جوش سے خیر مقدم کیا جائے وہ کم ہی کہ اس
صوبہ کی یونیورسٹی مین جہان کی اردو زبان صحت کا معیار ہے، اور جہان وہ بلا استثنا، ہر فرقہ کی مادری زبان
ہے اوس کا اعتبار اور احترام سب سے زیادہ، کم ہی، گو کہ طلبہ اور چند پروفیسرون کی یہ توجہ محض اون کی ذاتی حیثیت
اور ذاتی شوق کی بنا پر ہے، تاہم توقع بندھ سکتی ہی کہ شاید وہ زمانہ بھی آئے جب خود یونیورسٹی سرکاری حیثیت سے
بھی اس زبان کی دستگیری کی طرف التفات کرے،

واقعا یہ کس قدر حیرت اور حیرت سے حسرت کا مقام ہے کہ اردو زبان کی قدر اور اوس کی ترقی
کی کوشش ہندوستان کے اون صوبون نے کی جہان وہ نسبتۃً کم رواج پذیر تھی، اردو کی طرف سب سے
پہلے توجہ کلکتہ نے کی، اوس کے بعد پنجاب نے کی، اور اس قدر اوس کی خدمت کی کہ اوسی کے ذریعہ سے
اردو پنجاب کی مادری زبان بن گئی، پنجاب یونیورسٹی نے اردو مصنفین کی ہمت افزائی کی، جدید علوم
و فنون پر اردو مین کتابین تصنیف کرائین، اردو کے ارکان خمسہ مین سے حالی اور آزاد کو اوسی نے
چمکایا، عمدہ تصنیفات پر انعامات دیئے، حتی کہ مدراس اور بمبئی کی یونیورسٹیون نے اوس کی طرف توجہ کی،
لیکن توجہ نہ ہوئی تو اوس صوبہ کے تعلیمی ایوان مین جہان کی یہ اصلی زبان ہے، ایک سے دیگر سر ولیم میور
کا عہد ہے اوس کو چھوڑ دیجئے تو سرکار الہ آباد کی ادبی تاریخ کا ہر صفحہ آپ کو سادہ نظر آئیگا، شکر ہے کہ لکھنؤ
یونیورسٹی نے ایک حد تک اس کی تلافی کی، اب مجوزہ آگرہ یونیورسٹی پر نظر ہے، جہان کی سرزمین کو

میر اور غالب کے پیدا کرنے پر ناز ہے،

مشہور محدث امام **خطابی** جن کی تصنیفات روایت اور درایت، لغت و ادب، فقہ و تاریخ کا
بہترین سرمایہ ہین، حدیث مین اونکی دو مشہور تصنیفین ہین ایک اعلام السنن اور دوسری معالم السنن، ان
دونون کتابون کی ہم کو سخت تلاش ہی، مگر اب تک اون کا کوئی نسخہ بہم نہین پہنچا، مصر کے سید رشید رضا
المنار کے اوڈیٹر مصر کے مشہور محدث اور عامل بالحدیث ہین، اونھون نے ہمارے ذریعہ سے یہ کتاب
ہندوستان مین تلاش کرائی ہی، معالم السنن جو سنن ابو داؤد پر تعلیق ہے اوس کی پہلی جلد جونپور کے مشہور
عالم خاندان مولانا ابوبکر محمد شیث صاحب کے کتبخانہ مین دستیاب ہوئی ہی، یہ نسخہ نہایت عمدہ بخط عرب ہے،
اور یمن سے یہان آیا ہی، اس جلد کو دیکھکر امام خطابی کی تصنیفات کی حرص اور زیادہ بڑھ گئی ہے، اگر ہمارے
ناظرین مین سے کوئی صاحب علم اس گوہر شبچراغ کا پتہ لگا سکین تو غایت عنایت!

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس نے چند مہینون سے اپنی زندگی کا پھر ثبوت دینا شروع کیا ہے، اوس کا
قابل تعریف ماہوار تعلیمی رسالہ **کانفرنس گزٹ** پھر شائع ہونے لگا ہے، اسی کے ساتھ **اصلاح تمدن**
کا ضمیمہ جو مرحوم خواجہ غلام الثقلین کی وفات کے ساتھ مرگیا تھا، اب پھر اوس کو "نشاۃ ثانیہ" دیئے جانے کی
کوشش کی جارہی ہے، اس کے دفتر کی طرف سے ایک فارم مع ایک معاہدہ نامہ کے اس غرض سے
شائع ہوا ہے کہ مسلمان اس معاہدہ نامہ پر دستخط کرکے یہ عہد کرین کہ وہ آیندہ سے سادہ زندگی بسر کرینگے،
اور ہمیشہ کچھ نہ کچھ پس انداز کرینگے، اور دیگر اقتصادیات کو مدنظر رکھینگے، لیکن اگر کہین ان اشتہارات سے
قوم کی عملی زندگی اور اخلاق راسخہ مین فرق پیدا ہوسکتا تو آج ہماری قوم کہان سے کہان پہنچ گئی ہوتی
ہم تربیت کا کام ایک عارضی اشتہار و اعلان سے لینا چاہتے ہین، خوش قسمتی سے ہماری کانفرنس کے

ہاتھ مین سالہا سال سے ایک بہترین تربیت گاہ ہے، قوم کے لئے کس قدر مفید ہوتا اگر اس کی عملی دعوت پہلے وہان سے شروع کی جاتی،

معارف کے پچھلے نمبرون مین شانتی نکیتان پر ایک مسلسل مضمون شائع ہوا ہے، اوس مین جہان کتبخانہ کا ذکر ہے، یہ شکایت کی گئی ہے کہ اوس مین عربی اور فارسی کی کتابین نہین، مدرسۂ مذکور کی طرف سے ایم ضیاء الدین صاحب اِس شکایت کی تردید کرتے ہین، اور لکھتے ہین کہ کتبخانہ مین عربی وفارسی زبانون کی کتابون کی طرف بھی توجہ کی جاتی ہے، چنانچہ اسی سلسلہ مین اون چالیس پچاس عربی وفارسی کتابون کے نام لکھکر بھیجے ہین، جو کتبخانۂ مذکور مین موجود ہین، یہ کتابین زیادہ تر بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کی مطبوعات ہین، بہرحال اگر یہ چالیس پچاس نسخے وہان موجود نہ بھی ہوتے تو یہ قصور شانتی نکیتان کا نہین بلکہ ہمارا ہی، اگر اوس درسگاہ مین مسلمانون کی عملی یا تعلیمی شرکت معتد بہ ہوتی اور پھر بھی ادھر توجہ مبذول نہوتی تو جائے شکایت تھی، اگر اب بھی بالفرض وہان اِن زبانون کی بڑی تعداد مین کتابین جمع کردی جائین لیکن وہان ان کے پڑھنے والون کا وجود نہ ہو تو چند روز مین یہ بھری الماریان پھر خالی کی خالی نظر آئینگی!

علاوہ ازین کتبخانۂ مذکور مین زیادہ تر وہ کتابین ہین جو لوگون نے وہان بطور ہدیہ بھیجی ہین، اگر ان بانون کے ہمدرد وہان یہ اپنے قومی تحفے بھیجتے تو شکریہ کے ساتھ قبول ہوتے، اور ہمارے چشم دید شاہد، گو وہ نظر آسکتے، اسی سلسلہ مین یہ بات بھی سننے کے قابل ہو کہ ڈاکٹر ٹیگور کو جرمنی اور فرانس سے جو کتابین ہدیہ ملی ہین اون مین عربی وفارسی مطبوعات یورپ کا بھی خاصہ ذخیرہ ہے،

ہمارے مخدوم مولنا حبیب الرحمان خان شروانی نے مدت کے بعد معارف کو یاد فرمایا ہی، لیکن ہمین خوشی ہو کہ یاد تو فرمایا، مولنا ایک خاص طرز تحریر کے مالک ہین، جو سوز وگداز اور شوخی و تاثیر کا مجموعہ ہے، اون کی تحریر کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ باہمہ رنگینی اور شوخی بزرگون کے ساتھ ادب و وقار اور عقیدت کا ایک خاص جذبہ نمایان ہوتا ہے، وہ قدیم زمانہ کی حسرتناک یاد کے ساتھ جدید زمانہ کے عبرتناک منظر کو ہمیشہ سامنے رکھتے ہین، چنانچہ آج اون کا جو مضمون مقالات مین شائع ہوا ہے وہ خود ان خصوصیات کی مثال ہی، قدیم اور نادر کتابون کے ساتھ اونکا شغف وذوق حد عشق تک پہنچا ہوا ہے، شاید ہی کسی دن کا آفتاب وہ کسی نادر علمی تحفہ کے بغیر دیکھتے ہون، اور ہر سال اونکا اچھا خاصہ سرمایہ اون کے اِس شوق پر صرف ہوتا ہے، اِس وقت ہمارے خیال مین پانچ چھ ہزار عمدہ کتابین اون کے "کتابخانۂ حبیب گنج"، علی گڈھ) مین فراہم ہونگی، جن مین بہت سے علمی نوادر قلمی تحائف اور تاریخی آثار جمع ہین، خصوصاً فارسی ادبیات کا جتنا نادر اور عمدہ مجموعہ اِس کتبخانہ مین ہے اور کہین نہ ہوگا،

یادگار زمانہ ہین یہ لوگ
سن رکھو تم، فسانہ ہین یہ لوگ

مساجد، اشاعت توحید و دین حق کی نمایان ترین علامات ہین، اِن کی تعمیر، اِن کی آبادی، اور ان کی خدمتگذاری کے فضائل احادیث نبوی مین بہ کثرت وارد ہوئے ہین، حقانیت اسلام کی جہانگیری کا ایک اثر یہ بھی ہے، کہ مادیت و تثلیث پرستی کے بڑے بڑے ظلمت کدہ تک شعاع انوار ہدایت سے منور ہوجاتے ہین، یورپ کو اسلام سے جیسی کچھ محبت و دوستی ہے، ظاہر ہے، باانہمہ یہ سرزمین بھی اکتساب فیض سے بالکل محروم نہین، چنانچہ جرمنی مین ایک شاندار مسجد، مضافات برلن مین، بہ مقام ونڈرسٹڈورف مدت سے موجود ہی، جس کی تعمیر حکومت کی جانب سے ہوئی تھی، اور جس کے مصارف حالیہ کا بھی خزانۂ سرکاری ہی کفیل ہی، پچھلی عید الفطر کے موقع پر یہان بڑے تزک و احتشام کے ساتھ نماز ادا کی گئی، اور مسلمانان ہند نے اپنے برادران ترک وایران، مصر و افغانستان کے ساتھ اپنے خالق کے آگے سر نیاز جھکایا، حال مین فرانس سے

خبر آئی ہے کہ وہان بھی حکومت کے زیر اہتمام پیرس مین ایک عظیم الشان مسجد مع اپنے تمام متعلقات (حمام، کتبخانہ وغیرہ) کے تعمیر ہو گئی ہے،

جرمنی کے زیر حکومت ایک رعیت بھی مسلمان نہین، فرانس کے ماتحت چار کرور مومن ہستیان بستی ہین، یہ حکومتین اسلامی جذبات کا اسقدر پاس رکھتی ہین، لیکن انھین کی ہمعصر ایک اور "پُر قوت" "صاحب جبروت" سلطنت بھی ہے، جو اپنے تئین سب سے بڑی اسلامی حکومت کہتی ہے، جس کے ماتحت واقعۃً دنیائے اسلام کی سب سے بڑی تعداد آباد ہے، اور جسے حجاز و عراق، مصر و ہند، افغانستان و ایران سب کہین اسلام و پیروان اسلام سے قدم قدم پر سابقہ رہتا ہے، باایںہمہ اوسے جذبات اسلامی سے اعتنا کرنے کی ابتک اس قدر بھی توفیق نہین ہوئی ہے!

اسلام اپنی عبادتگاہون کی تعمیر و تحفظ کے لیے بیگانون کا محتاج نہین، دوسری اقوام کا دست نگر ہونا اس کے لیے باعث ننگ ہے، اوس کا کھلا ہوا فرمان موجود ہی کہ

مَاکَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰہِ شٰھِدِیْنَ
عَلٰی اَنْفُسِھِمْ بِالْکُفْرِ اُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ
وَفِی النَّارِھُمْ خٰلِدُوْنَ۔ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ
اٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ،
(توبہ - ع ۳)

مشرکون کو اس کا حق ہی نہین، کہ خدا کی مسجدین آباد رکھین، درآنحالیکہ اپنے قول و کردار سے اپنے اوپر کفر کی گواہی بھی دیتے رہین، یہ تو وہ لوگ ہین جن کے اعمال سب ضائع، اور جن کا دائمی ٹھکانا دوزخ ہی، خدا کی مسجدون کو آباد رکھنے والے تو وہ ہین، جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے ہین، اور بجز خدا کے کسی سے نہین ڈرتے،

. . . . .

البتہ جو قومین خلوص و حسن نیت سے یہ کار خیر انجام دینا چاہتی ہین وہ شکریہ سے محروم نہ رہینگی،

اسلام نے معابد کے باب مین وہ رواداری ملحوظ رکھی ہے، جس کی نظیر دنیا کا کوئی دوسرا مذہب نہین پیش کرسکتا، انتہا یہ ہے کہ دوسری قومون کی عبادت گاہون کی حرمت بالکل مساجد کے مساوی مدنظر رکھی ہی، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے، کہ

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ
لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ
یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا،
(حج - ع ۷)

اگر خدا لوگون کو ایک دوسرے سے نہ بچاتا رہتا تو عیسائیون کے صومعہ اور کلیسا اور یہودیون کے عبادت خانے اور مسلمانون کی مسجدین جن مین بکثرت ذکر خدا ہوتا ہی، سب ڈھائے جاچکے ہوتے،

اور سب عبادت کے طریقون کے یکسان احترام کی تعلیم دی ہے، کہ

لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا ھُمْ نَاسِکُوْہُ فَلَا
یُنَازِعُنَّکَ فِی الْاَمْرِ،
(حج - ع ۹)

ہم نے ہر قوم کے لیے ایک طریقۂ عبادت تعلیم دیا ہے، کہ اس پر چلتے رہین، تو ان کو چاہیے کہ تمھارے طریقہ عبادت (اسلام) مین جھگڑا نہ کرین"

سرور انبیا صلعم و خلفاء راشدین کے عہد مین اس تعلیم پر جس پابندی کے ساتھ عمل ہوتا رہا، اس کے تذکرون سے سیر و تاریخ کے دفتر لبریز ہین، لیکن شکر ہے، کہ اس دور انحطاط مین بھی مسلمان اپنے مذہب کے اس حکم کی تعمیل مین بدستور ثابت قدم ہین، ٹرکی کی رواداری، اس حیثیت سے، اب دشمنون تک کو مسلم ہوتی جاتی ہے، سلطان مصر نے حال ہی مین ایک کلیسا کی تعمیر کے لیے ایک وسیع قطعہ زمین مرحمت کیا ہی، ریاست بھوپال کی حدود مین شاید گنتی کے چند مسیحی رہتے ہون، لیکن ان کے لیے چند روز ہوئے ریاست کے خزانہ سے ایک وسیع کلیسا تیار ہوا ہے، اور مملکت آصفیہ حیدرآباد کا خزانۂ عامرہ تو

ہر سال لاکھون کی رقم مسیحی کلیساؤن اور ہندو مندرون پر صرف کرتا رہتا ہے، ایک طرف یہ
واقعات و حالات ہین اور دوسری طرف یہ حقیقت پیش نظر ہے کہ مساوات پسند، مذہبی معاملات مین
ناطرفدار، حریت دوست، جمہوریت نواز، معدلت پرور، حکومت برطانیہ ہر سال تیس لاکھ کی
رقم ہندوستان کی رعایا سے وصول کرکے ہندوؤن، مسلمانون، بدھون، پارسیون، سکھون، کے
معبدون پر نہین، بلکہ تمامتر ہندوستان مین پچاس لاکھ بسنے والے عیسائیون کے کلیسا پر بے دریغ
صرف کرتی رہتی ہے!

مولانا حالی مغفور کی قدردانی خود اون کی قوم مین تو یہ ہوئی تھی کہ "خالی" "خیالی" "ذخالی"
جیسے سنجیدہ حریف اون کے زیر کرنے کو اکھاڑہ مین اُتارے گئے، اور علی گڈھ، لکھنؤ و گورکھپور
سے مہینون بلکہ برسون اون کے نام پر آوازے کسے جاتے رہے، لیکن دوسری قومین، اسقدر
تنگ نظر نہ تھین، اون کی رباعیات کا ترجمہ مدت ہوئی انگریزی مین ہوچکا ہے، اون کی
تصانیف نثر پر انگریز محققون نے تبصرہ لکھے ہین، اون کی مناجات بیوہ کا ہند و بیرون ہند کی
کل دس زبانون مین ترجمہ ہوچکا ہے، حال مین ان کی شاعری پر ایک مستقل کتاب ہندی
زبان مین پنڈت جوالا دت شرما کے قلم سے انڈین پریس الہ آباد سے شائع ہوئی ہے، جس مین
اون کے کلام کے بہ کثرت اقتباسات دیے ہین، عین اسی زمانہ مین گرنتھ بھنڈار لیڈی ہارڈنگ
روڈ، بمبئی نے اون کی مناجات بیوہ کو بھی ودھوا پرارتھنا کے ہندی عنوان سے
شائع کیا ہے،

قابل ذکر امر یہ ہے، کہ یہ کتاب مولانا حالی کی نظم کا ہندی ترجمہ نہیں، بلکہ بعینہ اوسی نظم کو

دیوناگری رسم الخط مین شائع کردیا ہے، لطف یہ ہے کہ ہندو اخبارات ریویو مین زبان کی
سلاست و صفائی کی داد دے رہے ہین، گویا ہمارے ہندو احباب کے نزدیک بھی ملک کی اصل
زبان وہی ہے جو اِس کتاب کی زبان ہے، جسے اردو و دیوناگری دو طرح کے رسم الخط مین لکھا
جا سکتا ہے، یہ ملکی زبان عربیت کی آمیزش سے جس قدر پاک ہے اوس کا اندازہ نظم کے پہلے
شعر سے ہوگا ؎

اے سب سے اوّل اور آخر ۔۔۔ جہان تہان حاضر اور ناظر

الفاظ زیر خط کھُلے ہوئے عربی زبان کے ہین، جو احباب ملکی زبان کو عربی و فارسی اثرات سے
بالکل بے تعلق کرلینا چاہتے ہین، کاش وہ اب بھی انصاف سے کام لین،

مقالات

دنیائے اسلام مین ذہنی انقلاب

گذشتہ چند برسون کے اندر دنیائے اسلام مین جو سیاسی انقلاب ہوا ہے، اوس پر تو سب کی آنکھین لگی ہوئی ہین، مگر اس ہمہ گیر بادۂ آتشین کے نیچے، ذہنی انقلاب کی جو بارود بچھ رہی ہی، کیا اوس کو بھی آپ نے دیکھا؟ قوم افراد سے مرتب ہوتی ہی، ہر فرد انسان اپنا تجربہ پیش کر سکتا ہی، کہ وہ اوسی وقت سرگرم عمل ہوتا ہے، جب اوس کے دل و دماغ مین کسی خاص جد و جہد کا خیال ہنگامہ آرا ہوتا ہی، ہمارے گذشتہ تعلیمی مصلحون نے چیخ چیخ کر قوم کو جگایا کہ اگر وہ اپنی ذہنی حالت درست نہ کریگی تو اوس کو فنا کا سامنا ہوگا، مگر مجموعۂ افراد، متفرق افراد کے برابر عاقبت اندیش اور آخربین نہین ہوتا، اسلئے قوم نے عموماً آنے والے سانحۂ زوال کی پوری اہمیت محسوس نہین کی، مگر گذشتہ جنگ عظیم پر پردہ گرنے کے بعد تمام دنیائے اسلام کو اپنی فنا اور تباہی کا جو ہولناک سمان نظر آیا، اوس نے اوس کے قوائے جسمانی کی طرح اوس کے قوائے دماغی کو بھی بیحد متاثر کیا، اور سیاسیات کے اشتعال نے اپنے ساتھ دنیائے اسلام کے قوائے ذہنیہ کو بھی مشتعل کردیا،

دنیائے اسلام کے اس ذہنی انقلاب کے حسب ذیل چھہ جلی مظاہر ہین:-

۱- **اتحاد اسلامی یا اتحاد مشرقی**، یہ نظر آتا ہی کہ ہر اسلامی اور ہر مشرقی ملک کے اندر یہ احساس اوس کی رگ و پے تک مین سرایت کر گیا ہے، کہ بغیر اتحاد کے ہماری تنہا زندگی معرض خطر مین ہے، اسلئے کابل، طہران، بخارا، باکو، انگورا، قاہرہ، دمشق، بیت المقدس، الجزائر، فارس، ریف، سب ایک

زنجیر مین بندھے ہوئے معلوم ہوتے ہین، اور اس ترانۂ محبت کے آرگن اتحاد اسلام مزار شریف، اتفاق اسلام ہرات، اتحاد مشرقی جلال آباد، اللواء قاہرہ، المنار قاہرہ، الفجر تونس، توحید افکار اناطولیہ، اسلام قسطنطنیہ، فتی العرب دمشق، الحقیقۃ بیروت، آزادی شرق جرمنی، مسلم اسٹینڈرڈ، لوائے اسلام لندن، ایکو دی اسلام (صدائے اسلام) پیرس ہین، افسوس کہ اس موضوع کی تفصیل کا یہان موقع نہین،

۲- **احساس مذہبی**، چونکہ اس اتحاد کی بنیاد مذہب پر ہے، اسلئے مذہبی بیداری کے مناظر علانیہ نظر آتے ہین، ہر اسلامی ملک کے جدید تعلیم یافتہ اصحاب مین تمدن یورپ کی تقلید مین مذہب سے بیزاری اور ارکان مذہب سے لاپروائی فیشن مین داخل ہوگیا تھا، اور خصوصاً قیام یورپ کے زمانہ مین تو وہ چند سال دین ایمان فراموش کردیتے تھے، ایسی حالت مین نماز روزہ کا خیال آنا ایک بے سود توقع تھی، اور ان کو کسی یورپین ملک مین نماز پڑھنے سے شرم آتی تھی، مگر ان چند برسون کے اندر یہ بھی عظیم انقلاب ہی، مسلمان نوجوان مذہب کی طرف رجوع ہورہے ہین، خدا کا نام لیتے شرماتے نہین، اور کسی یورپین ملک مین نماز پڑھنے سے اون کو ندامت نہین ہوتی، جہان تک انگلستان کا تعلق ہی، اس بارہ خاص مین خواجہ کمال الدین صاحب کا نام نہ لینا احسان فراموشی ہی، خاص لندن مین ایک مکان کرایہ پر لیکر ہر جمعہ کو خطبہ و نماز پڑھاتے ہین، ووکنگ کی مسجد مین ہر روز نمازین ادا ہوتی ہین، جنگ کے زمانہ مین جرمنی مین مقام ونڈر سڈورف ایک عظیم الشان مسجد ترکون کی محبت مین قیصر نے بنوائی تھی، عثمانی سفارتخانہ کے امام متولی ہین، عیدین کی نمازین جوش و خروش سے وہان ادا کی جاتی ہین، پیرس مین ایک مسجد کے بنوانے کا خیال شمالی افریقہ کے مسلمان اُمرا اور سپاہیون کی یادگار مین جنھون نے گذشتہ جنگ مین فرانس کو وفادارانہ مدد دی چند سال سے تھا، وفد خلافت کے قیام یورپ کے زمانہ مین کئی دفعہ اس تحریک کے بانی ارکان ہم سے ملنے کو آئے، اور اس مجوزہ مسجد کا نقشہ دکھایا، جس کا ایک فوٹو راقم کے پاس اونکا دیا موجود ہے، اب یہ مسجد تیار ہوگئی ہے، اور مسلمان نمازیون کا سجدہ گاہ ہی، چنانچہ اس مہینہ کے ریویو کے

تارون مین سیکڑون مسلمان امرا، اور سفراء کے مجمع مین اس کے افتتاح کی خبر آئی ہے،

اس مذہبی تحریک کے نشو و نما مین افغانی حکومت اور افغانی سفرا کا بھی بڑا حصہ ہی، یہ سفرا یورپ کے جس ملک مین بھی متعین ہوئے، وہان اونھون نے فخر کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ وہ مسلمان ہین، سفیر افغان متعین اٹلی نے اپنی پہلی تقریر مین روم کے اندر یہ کہا کہ مین فخر کے ساتھ یہ اظہار کرتا ہون کہ مین ایک مسلمان ہون اور ایک اسلامی حکومت کا نمایندہ ہون، جرمنی کی مسجد کے فروغ مین بھی منبر و محراب کے علم افغانی کو بڑا دخل ہے، ۱۳۴۰ھ کی عید اضحی دنیائے یورپ مین پہلی عید تھی، جس مین مسلمانون نے قربانی کا فریضہ یورپ کی سرزمین مین بیخطر انجام دیا، یہ انگلستان مین سفیر افغانی کی طرف سے قربانی ہوئی جس کی رسم مسلمانون کے بھرے مجمع مین ادا کی گئی،

ٹرکی مین اسلامی قوانین کا اجراء، یورپین سلطنتون کی مداخلت سے سست ہی، یہان کے قہوہ خانون مین جام سے کا دور کافی کی پیالیون کے پہلو بہ پہلو چلتا تھا، لیکن قبضۂ سمرنا کے بعد سب سے پہلا اصلاحی کام رپورٹ کی خبرون مین یہ مشہور ہوا ہے کہ شرابخانے اور میخانے بند کیے جا رہے ہین، اور قرآن کے احکام کا اجرا کیا جا رہا ہے، اور شراب پینے والے کی سزا اتیس دُرّے مقرر ہوئی ہی، علماء ایران نے اسی معنی شراب نوشی، شراب فروشی کے امتناع کا مطالبہ کیا ہی، اور اخبارات مین مذہبی آزادانہ مضامین کے خلاف احتجاج کیا ہی،

۳- یورپین تمدن سے سرتابی، اس انقلاب ذہنی کا تیسرا مظہر یہ ہے کہ چونکہ اس جنگ عظیم نے یورپین تمدن کے مفاسد کو علی الاعلان آشکارا کر دیا ہی، اور نیز صاف کہنا چاہیے کہ یورپ کی قومون کی طرف سے مسلمانون کے اندر ایک نفرت سی پیدا ہو گئی ہی، اسلیے یورپین تمدن سے اون کو وہ اگلی سی محبت نہین رہ گئی ہی، اور نہ اب وہ وقار اور عظمت کا آئینہ بردار باقی رہا ہے، خود مشرق کی سرزمین مین ایک اصلاح یافتہ مشرقی طرز تمدن اور طرز لباس زندہ ہو رہا ہے، پہلے ہر مشرقی مسلمان خاک یورپ کو جاتے ہوئے اپنا مشرقی لباس اپنے ملک کے بندرگاہ مین اوتار ڈالتا تھا، اور یورپ مین جاکر صافہ، یا پگڑی، یا ٹوپی پہنتے ہوئے اوسے شرم آتی تھی، مگر اب وہ فخر و غرور کے ساتھ اپنے صافے اور ٹوپی کو یورپ مین استعمال کرتا ہے، خاص مجمعون مین پورا مشرقی طرز خصوصیت کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہی، اور اسلامی شان کو نمایان کیا جاتا ہے، آج سے چند سال پہلے ایک فارسی ایرانی رسالہ برلن سے کاوہ نامی نکلتا تھا، تقی زادہ ایرانی اوس کے اڈیٹر تھے، ایرانی قوم کو ترقی کے لئے اوس کا مشورہ یہ تھا کہ "در ہر چیز فرنگی مآب شوید و بس" اب چند برسون سے اوسی برلن سے ایرانی ہی اڈیٹر (طاہرزادہ) کے زیر ادارت ایرانشہر رسالہ نکلتا ہی" وہ ایرانیون کو مذہب، اخلاق اور تربیت اسلامی کی تلقین کرتا ہی، اور تمدن فرنگی کے معائب سے اون کو آگاہ کرتا ہے" سنگاپور کا رسالہ مسلم اور مصر کا المنار بھی یہی پیغام پھیلا رہا ہے، افغانستان نے قانوناً یورپ کے فیشن کی چیزون کو باہر سے منگوانا بند کر دیا ہے، علمائے ایران کے مطالبہ اور اصرار سے سگرٹ اور یورپین وضع کے تفرجگاہون کی بندش مجلس نے منظور کی ہی،

۴- تعلیمی ترقی، ہر اسلامی اور مشرقی ملک مین تعلیم کی اشاعت کا عام جذبہ پیدا ہو گیا ہی، بڑے شہرون مین مدارس کھل رہے ہین، گاؤن مین مکاتب قائم ہو رہے ہین، جدید طرز پر صیغۂ تعلیمات کی تنظیم ہو رہی ہے غریبون اور مزدورون کے لیے مکاتب شبانہ (رات کے اسکول) کھلتے جاتے ہین، ٹائمس کے ایک نامہ نگار نے افغانستان کی نسبت لکھا ہی کہ "یہان مدارس اور مکاتب گھاس کی طرح پورے ملک مین اُگ رہے ہین، ہر جگہ مدارس اور مکاتب قائم ہو رہے ہین، کابل مین ایک زنانہ مدرسہ بھی کھل گیا ہی، اناطولیہ کے متعلق چند مہینے ہوئے ایک امریکن سیاح نے اپنا مشاہدہ لکھا تھا کہ پورے ملک مین مدارس اور مکاتب قائم ہو رہے ہین، صبح کو معصوم بچے اور لڑکیان قطار در قطار اسکولون اور مدرسون کو جاتے ہوئے نظر آتی ہین، سید اقبال علی شاہ (مسلم انگلستان) نے سرزمین اناطولیہ کے حالات پر جو دلچسپ مضمون ابھی حال مین لکھا ہی اوس مین لکھتے ہین کہ "اکتوبر ۱۹۲۳ء کو یہان لازمی تعلیم کا قانون منظور ہو گیا تھا، ہر بچہ خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی، سات برس کی عمر سے لیکر سولہ برس کی عمر تک اوس کے لیے تعلیم لازمی ہی، حکومت کی طرف سے اسکول اور مدرسے جاری ہے ہین"

عراق کی جدید حکومت بھی مدارس اور مکاتب کھول رہی ہی، معہد علمی کے نام سے ایک جدید درسگاہ کی
بنا پڑ رہی ہے، سوق عکاظ کے نام سے علم ادب کا ایک نیا بازار قائم ہوا ہے، ۲۱ ردسمبر ۱۹۲۱ء کو، شام و
فلسطین کے نمایندون نے جینوا مین ہیڈ کوارٹر لیگ آف نیشنس کے نام جو مراسلہ بھیجا تھا، اوس مین لکھا تھا کہ ہمارے
ملک مین بتدریج صدی تعلیم ہے، مصر کی تعلیمی ترقی بھی پیچھے نہین ہے، سرکاری مدارس کو چھوڑ کر محکمۂ اوقاف، ا
اشخاص اور انجمنون کی طرف سے مدارس اور مکاتب قائم ہو رہے ہین،

حکومت عراق، بغداد مین جامعۂ آل البیت کے نام سے ایک یونیورسٹی کا سنگ بنیاد رکھ رہی ہے
جس مین چھ شعبے ہونگے، دینیات، قانون، طب، ہندسہ، (انجینیری) فنون (آرٹس)، علم تعلیم، (ٹریننگ)
اس یونیورسٹی کے لیئے ایک خوش قطعہ مقام منتخب کیا گیا، جو آب و ہوا اور حسن منظر کے لحاظ سے بہترین ہے،
خیال ہو کہ اسی کے پہلو مین تجربہ گاہ، عجائب خانہ، اور کتب خانہ قائم ہوگا، مشہور و ماہر فن اساتذہ کا اس کے لیئے
انتخاب ہو رہا ہے، اور اس مین ممالک عرب کے ہر صوبہ کے طالب علم داخل کیئے جائینگے،

کیا ہم امید کرین کہ پانچوین صدی کا نظامیہ یا چھٹی صدی کا مستنصریہ، اس چودھوین صدی مین
پھر زندہ ہوگا؟

مکۂ معظمہ مین جیسا کہ القبلہ کے صفحات سے ظاہر ہوتا ہے، پانچ چھ مدرسے جدید طرز پر وہان قائم
ہوئے ہین، مختلف موقعون پر ان مدارس کے طالب علمون کی جو عربی تقریرین، تحریرین، اور قصائد القبلہ مین
چھپتی رہتی ہین، اون کے دیکھنے سے اون طلبہ کی ادبیت، عالی خیالی، وسعت معلومات، غیرت دینی، اور
حمیت قومی کا ثبوت ملتا ہی، ان مدارس مین سے سب سے بڑا مدرسہ مدرسۂ ہاشمیہ ہے، جو جبل قیعان پر
جس کو اب جبل ہندی کہتے ہین واقع ہی، اواخر ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ مین اس مدرسہ کے سالانہ امتحان کے
نتائج ظاہر ہوئے تھے، ایک بڑے جلسہ مین جس مین خود شریف حسین اور دیگر وزرا اور عمائد شریک تھے
ان طلبہ کو انعامات تقسیم کیئے گئے، اس جلسہ مین محمد عبد اللہ بن محمد اجاوی ایک آٹھ برس کے لڑکے نے

جو تقریر کی، وہ ہر طرح تعریف کے لائق ہی، اس امتحان مین حسب ذیل طلبہ مختلف علوم و فنون مین خاص
طور سے کامیاب ہوئے، حسین بن رفیع، حساب مین، حمزہ مرزوقی، ہندسہ مین، محمد قماش جغرافیہ مین،

شرقی ممالک سے گروہ در گروہ مسلمان طلبہ یورپ کی یونیورسٹیون کو روانہ ہو رہے ہین، تمام اسلامی
ملکون مین سے مصر اس میدان مین سب سے آگے ہے، اس کا سبب یہ بھی ہی کہ وہ یورپ سے قریب تر ہے
مصریون نے ممالک یورپ مین سے اپنے لیئے سب سے زیادہ اٹلی کو پسند کیا ہی، کہ وہ پورٹ سعید سے صرف
دو دن کی راہ پر واقع ہی، انگلستان مین بہت کم مصری طلبہ جاتے ہین، تاہم اڈنبرا کے طبی کالج مین ۱۹۲۰ء
مین (یعنی وفد خلافت کے قیام کے زمانہ مین) کم از کم ۲۰ طالب العلم تھے، ایرانی اور افغانی طلبہ نے اپنا مرکز
تعلیم جرمنی کو بنایا ہے، اور ترکی طالب علمون کا زیادہ حصہ پیرس مین ہے، طاہرزادہ ایرانی ایڈیٹر ایرانشہر
برلن نے جرمنی مین جو شرقی طلبہ زیر تعلیم ہین، اون مین سے ہر ملک کے سفارت خانون سے معلوم کر کے
محرم ۱۳۴۱ھ کے رسالہ مین حسب ذیل تعداد شائع کی ہی،

افغانی طلبہ جو جرمنی مین زیر تعلیم ہین،	۳۰
ایرانی " " "	۴۰
مصری " " "	۷۰

اڈیٹر نے لکھا ہی کہ ترکی سفارت خانہ نے اپنے طلبہ کی تعداد نہین بتائی،

کراچی کے ایک ایرانی کارخانہ حسن علی اینڈ کمپنی نے برلن بنک مین ایک معتد بہ رقم ابھی حال مین
جمع کی ہی، اور ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ کے "آزادی مشرق" مین اعلان کرایا ہی کہ اس رقم کا منافع، فارس کے اون طلبہ
کے وظیفہ مین صرف ہوگا جو برلن جا کر تعلیم حاصل کرنا چاہینگے، ان طلبہ کو وہان آقا حسن عباس خان ایرانی
مقیم برلن کے زیر نگرانی رہنا ہوگا، فارس سے برلن تک کا سفر خرچ بھی یہ کارخانہ ادا کریگا، جو اسی غرض
کے لیئے شاہی بنک ایران مین امانت رکھ دیا گیا ہی، ہر سال تین طلبہ اس رقم سے بھیجے جائینگے، امسال تین

آیندہ سال تین اوراسی طرح ہرسال تین تین طالب العلم جائینگے، پہلے سال یہ وظیفہ قشقائی قبیلہ کے تین طلبہ کو دیا جائیگا، دوسرے سال بہار لو، کے تین طالب علمون کو، تیسرے سال تین عرب لڑکون کو، چوتھے سال باصریون کو، پانچوین سال فارس کے مختلف قبائل کے طلبہ کو، مدت تعلیم چار سال ہوگی، اور منظوری درخواست کے شرائط حسب ذیل ہونگے،

۱- طالب العلم کی عمر ۱۸ سال سے زیادہ نہو،

۲- ابتدائی علوم اسلامیہ سے واقف ہو، اور فارسی زبان بخوبی لکھ پڑھ سکتا ہو،

۳- برلن جاکر حسب ذیل علوم مین سے ایک اختیار کرنا ہوگا، علم زراعت، علم معماری (انجینیرنگ) علم طب، علم برقیات، علم نظام، علم بلدیات (میونسپلٹی کے کامون مین جن چیزون کی ضرورت ہوتی ہی

۴- تکمیل کے بعد ایران واپس آکر ملک کی خدمت انجام دینی پڑے گی،

فخری پاشا سابق محافظ مدینہ منورہ چار مہینے ہوئے کہ وہ ٹرکی کی طرف سے سفیر ہوکر افغانستان آئے ہین، اور اون کے خیر مقدم کی خوشی مین مکتب حبیبیہ اور مکتب حربیہ کے طلبہ نے اونکا پرجوش استقبال کیا، اور اون کو ایڈریس دیا، ایڈریس کے جواب مین ممدوح نے ان عزیزان اسلام کے سامنے ایک نہایت مؤثر تقریر کی، فخری پاشا ایک ترک سپاہی ہین، مگر افغانی عزیزون کو جو اونھون نے نصیحت کی وہ یہ تھی

"اے فرزندان معنوی من! تعلیم حاصل کرو، تعلیم، تمھارا ملک اس کا دست نگر ہی، اور یہی اسلام کی ترقی کا زینہ ہی، مین یورپ گیا ہون، وہان کے مدارس مین یورپین لڑکون کو قطار در قطار جاتے دیکھا ہے، مین تمھارے سامنے صاف کہتا ہون کہ "رشکم برد رشکم"،

یہ ایک ترک تیغ آزما کے خیالات ہین جو افغانی شجاعت پیشہ عزیزون کے سامنے اوس نے دہرائے، کیا یہ فقرے دنیائے اسلام کے انقلاب ذہنی کا پتہ نہین دیتے؟

مسلمان اقوام مین سب سے زیادہ جاہل اور بخبر سرحد اور یاغستان کے پٹھان ہین، لیکن یہ

سنکر آپ کو حیرت ہوگی کہ چمرقند یاغستان کا جدید درسگاہ بن رہا ہے، جہان جدید خیالات اور جدید علوم کی عملی تعلیم پرورش پا رہی ہی، محرم ۱۳۴۱ھ سے اس مقام سے المجاہد نام ایک اخبار مولوی فضل آلہی خان اور مولوی محمد یسین خان بی اے کے زیر اہتمام جاری ہوا ہی، اس اخبار نے اپنی پہلی اشاعت مین اپنے مقاصد یہ ظاہر کیے ہین،

۱- عام قومون اور خصوصًا مسلمان اقوام کے عروج وزوال اور ترقی وتنزل کے اسباب کی تحقیق،

۲- قبائل سرحدی کے تمدن ومعاشرت کی اصلاح،

۳- سرحدی قبائل کے لڑکون کی ذہنی تربیت اور اون مین اشاعت تعلیم،

کیا یہ انقلاب مایۂ حیرت نہین؟

ایران کے متعدد شہرون مین رات کے اسکول غربا اور مزدور پیشہ اشخاص کے لیے قائم کیے گئے ہین، ان مین مشہور تر **مشہد** کا مکتب شبانۂ رہنما ہی، جہان غربا اور مزدورون کو لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہی اور اون کے لیے اخبارات اور رسائل بھی مہیا کیے جاتے ہین، یہ مدرسہ مشہد کے مشہور صحیفۂ رہنما کے زیر اہتمام چل رہا ہے، نیز اسی شہر مین انجمن دانشوران کے نام سے عشاق ادب کی ایک مجلس اس غرض سے قائم ہوئی ہی کہ فارسی ادبیات کی حفاظت کیجائے، اور اون کی ترقی واشاعت کا سامان کیا جائے، روسی مسلمانون مین بھی تعلیمی رہنماؤن کی خبرین موصول ہو رہی ہین، کریمیا سے لیکر بخارا تک تعلیمی تحریک پُرزور طریقہ سے جاری ہی، زنانہ تعلیم نے خصوصًا یہان زیادہ نشو ونما پائی ہی، کریمیا، قازان، داغستان، آذر بائجان، جینوا، سمرقند، فرغانہ، بخارا ہر جگہ تعلیمی انقلاب رونما ہی، ایک آذر بائجانی مسلمان نقی زادہ وف نے پیرس مین مجھ سے کہا تھا کہ جمہوریۂ آذر بائجان نے اتنے ہی دنون کے اندر ملک کے گوشہ گوشہ مین لڑکے اور لڑکیون کے اسکول کھولدیے ہین،

۵- اقتصادیات کی طرف توجہ، دنیائے اسلام کے انقلاب ذہنی کا ایک اور نتیجہ اقتصادیات کی طرف توجہ ہی، ابتک آزاد دنیائے اسلام کی زندگی کا سہارا صرف تلوار تھی، مگر اس جنگ عظیم مین اوسکو

نظر آ گیا کہ تلوار سے بھی زیادہ تیز ایک ہتھیار ہی جس کا نام "قومی دولت" ہے، اس قومی دولت کے حصول کے تین ذرائع ہین، زراعت، تجارت، اور صنعت، یہ محسوس ہین طریقہ سے معلوم ہوتا ہی کہ اب یہ حقیقت مسلمانان عالم کے ذہن نشین ہو گئی ہی کہ ان ذرائع سہ گانہ کے بغیر اون کی زندگی معرض خطر مین ہے، اور آزاد ہونے کے باوجود وہ یورپ کے غلام رہینگے،

اٹلی کے سفر مین میلانو مین قسطنطنیہ کے رئیس بلدیہ حسنی بے سے ملاقات ہوئی تھی، موصوف کی حتمی رائے بھی کہ اقتصادی ترقی کے بغیر ہماری نجات ناممکن ہی، چنانچہ اسی یقین کی بناپر وہ یہان آئے اور یہان ایک اٹالین کی شرکت مین ایک تجارتخانہ قایم کیا تھا، روما مین نوری عزیز بے ایک ترک ایک بہت بڑی جہازی آمد و رفت کی تجارت مین مصروف تھے، لندن مین کئی ترک تاجر جھپ جھپ کر تجارتی کاروبار مین مصروف ملے، جن مین سے ایک کا نام طلعت ازمیرلی بادہ ہی، وینس مین سالم بے ایک اور ترک تاجر کا ساتھ ہوا تھا، اور ان کے ملنے جلنے سے معلوم ہوا کہ جنگجو ترکون مین یہ احساس سرعت سے پھیل رہا ہی،

اناطولیہ کی حکومت مین اس احساس کا سب سے بڑا مظہر نمایان معلوم ہوتا ہے، مجلس ملی کی تقریرون اور رودادون سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہی، کہ اون کی سب سے بڑی توجہ اس وقت زراعت اور معدنیات کی طرف ہے، حال کی خبرون مین یہ اطلاع بھی شائع ہوئی ہی کہ غیر ملکیون کو اب ملک کے اندر ٹھیکے نہین دیئے جائینگے، اور خود ملک کا سرمایہ ملک کے اوپر لگایا جائیگا، کیپی چولیشن یعنی دیور مین تاجرون کے حقوق قدیم جو سلطان سلیمان اعظم نے اپنے زمانہ مین احساناً اون کو عطا کیئے تھے، اور وہ اب تک اضافۂ مزید کے ساتھ زمانۂ جنگ تک قائم تھے، اور وہ ترکون کی اقتصادی ترقی کی راہ مین سب سے بڑی روک تھے، اب اناطولی ترکون نے ہمیشہ کے لیئے اوس کا خاتمہ کر دینے کا عزم کر لیا ہے،

ایک فرنچ مضمون نگار نے انگورہ کے مشاہدات پر ایک مضمون لکھا تھا، محرم ۱۳۴۱؁ھ کے الفجر (تونس) مین اوسکا ترجمہ شائع ہوا تھا، اوس مین وہ لکھتا ہی "شہر سے باہر ایک ٹیلہ پر آمنے سامنے دو بلند عمارتین نظر آتی ہین، ایک مین جابجا مختلف آلات دکھائی دیتے ہین، اور دوسرے مین تار اور ٹیلیفون کی جنبشین نظر آتی ہین، پہلی عمارت مدرسۂ زراعت ہے، اور دوسری دفتر جنگ ہے، ان دونون کا آمنے سامنے وقوع، مجاہد انگورہ کے مستقبل ارادون کی خاموش توضیح ہی، اس مدرسۂ زراعت مین طلبہ کو جدید ترین فن زراعت کی تعلیم دی جاتی ہی، اور اوسی کے سامنے طلبہ کی عملی مشق کے کھیت اور باغ ہین، ادھر ادھر جہ پر نظر اوٹھتی ہے کھیتون اور کاشتون کا عمدہ اور معقول نظام نظر آتا ہے،

ایران کی سست اور باتوفی قوم بھی اس حقیقت سے آشنا ہو رہی ہے، جرمنی مین متعدد ایرانی تجارتخانے اور کارخانے اونھون نے کھولے ہین، اون کے ایک تجارتخانے کا نام رضا تریت پرسوپولس برلن ہے، بہت سے ایرانی طلبہ برلن کے مدرسۂ زراعت مین تعلیم پا رہے ہین، بعض فارغ التحصیل ہو چکے ہین، بعض فارغ التحصیل ہو کر برلن مین مقیم ہین، برلن کے فارسی اخبارات مین اون کے اشتہارات، تلاش خدمت کے لیئے نکل رہے ہین، ابھی صفحات بالا مین کراچی کے ایرانی تاجر کے علمی وظیفہ کا ذکر کیا گیا ہی، اوسکی شرائط کے دفعات کی دفعہ اور پڑھیئے، خصوصاً تیسری دفعہ کو "جو طلبہ اس وظیفہ سے بھیجے جائینگے، اون کو حسب ذیل علوم مین سے ایک علم سیکھنا ہوگا، علم زراعت و فلاحت، علم معماری، علم طب، علم برقیات، علم نظام کارہائے راجع بہ بلدیہ" اس سے واضح ہوگا کہ ایران مین بھی اقتصادی انقلاب رونما ہی،

افغانستان بھی اس جد و جہد مین پیچھے نہین ہی، معدنیات، زراعت، تجارت اور صنعت کی تعلیم کو نہایت سرعت سے وہ ترقی دے رہا ہی، ملکی پیداوار کے نشو و نما مین خاص کوششین کی جا رہی ہین، ہر سفارتخانے کے ساتھ تجارت خانہ بھی کھلتا جاتا ہی، یورپ مین تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جو افغانی طلبہ بھیجے گئے ہین، فوجی تعلیم کے بعد سب سے بڑی تعداد اقتصادی علوم کے طلبہ کی ہے، غلام احمد خان ایک افغانی جو پہلے، افغانستان کے صنعتی مکاتب کے معلم تھے، تکمیل فن کے لیئے جرمنی گئے تھے، اب وہ اپنے ملک مین واپس آ رہے ہین، جلال آباد کا "اتحاد مشرقی" راوی ہے کہ جرمنی کے اخبارات نے خان موصوف کے متعلق

جن شاندار الفاظ کا استعمال کیا ہے وہ ہم افغانیون کے لیے فخر کا باعث ہی، خان موصوف نے جرمنی کے صنعتی مدرس کا سب سے اعلیٰ امتحان پاس کیا ہی، روانگی کے وقت جرمنی کے مشاہیر اساتذۂ صنعت نے اون کو وداعی دعوت دی، جس مین بڑے بڑے صناعون اور کاریگرون نے موصوف کی صنعتی قابلیت کا اعتراف کیا، اونکا ارادہ ہی کہ افغانستان پہونچکر وہ وہان ایک بڑا صنعتی مدرسہ قائم کرینگے، ابھی فرانس اور افغانستان مین آثار قدیمہ کے متعلق جو معاہدہ ہوا، جس مین فرانسیسی علمار کے ساتھ ساتھ اونھین کے بقدر تعداد مین افغانی علما بھی اون کے ساتھ ساتھ شریک ہون گے، افغانستان مین معدنی تحقیقات کا ایک نیا باب کھولیگا، کرنل عزیز اللہ رفیق آبادی ہندی، جنھون نے جرمنی اور اٹلی مین اس فن کی کامل تعلیم حاصل کی ہے، اور اب وہ افغانستان کی اسلامی حکومت مین خدمات بجالارہے ہین، اون کے ماتحت برقیات کی تعلیم افغانستان مین پھیل رہی ہے، افغانون کی سب سے خوش آیند آرزو یہ ہی کہ وہ مشرق وسطیٰ کے جاپان بن جائین،

آپ کو تعجب ہوگا کہ حجاز جیسے ویرانہ مین زراعتی ترقی کا خیال کیونکر پیدا ہوسکتا ہی؟ لیکن اس انقلاب کو دیکھیے کہ جمادی الثانیہ ۱۳۴۸ھ مین مکہ معظمہ مین بمقام جرد ل، ایک مدرسۂ زراعیہ نہایت دھوم دھام اور تزک و احتشام سے قائم ہوا ہے، جس مین بہت سے طلبہ داخل ہوچکے ہین، مدرسین تمامتر مصری مسلمان ہین، محمد ذہبی مصری اس کے منتظم اعلیٰ ہین، اور حسن شیوی اور سلیمان عباسی، اس کے دو استاذون کے نام ہین، اس مدرسہ مین زمین کی پیداوار، تخم، کاشتون کی بیماریان، اور اون کے طرق علاج، اور اون کی سیرابی کے لیے پانی نکالنے اور نہرین بنانے کے کام سکھائے جاتے ہین، اس مدرسہ کے افتتاح کے وقت ایک مقرر حسین صبان اڈیٹر القبلہ نے کہا،

"ہم نے سیاسی آزادی تو حاصل کرلی لیکن آزادی اوس وقت تک قائم نہین رہ سکتی جبتک ہم اقتصادی آزادی حاصل نکرین، حجاز ہمیشہ سے آج تک دوسرے ملکون کا اقتصادی حیثیت سے غلام تھا، مگر اب غلام نہین رہے گا،"

ٹائمز کے اقتصادی اشاعت مین مصر کا مضمون نگار اطلاع دیتا ہی کہ آجکل مصر مین صنعت وحرفت وتجارت کی ترقی کا خیال ہر جگہ موجزن ہی، اور لوگون کی کوششین ہین کہ دوسرے ملکون کے ماہرین کی اون کی نگرانی مین یہان کارخانے قائم کیئے جائین اور مصر کو ایک صنعتی ملک بنایا جائے،

دو سال سے ہندوستان مین جو کچھ ہو رہا ہی، اوس کے نتائج جیسے بھی ہون، مگر اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ اس محدود زمانہ کے اندر دوسری قومون کے ساتھ ساتھ یہان کے مسلمانون مین بھی اقتصادیات کی طرف توجہ پیدا ہوگئی ہی، اب پہلے کی طرح سرکاری نوکریان عزت کا معیار نہین رہ گئی ہین، اب عام مسلمانون مین اور طلبہ مین صنعت وحرفت اور تجارت کا شوق ظاہر ہو رہا ہی، ہماری ایجوکیشنل کانفرنس کا صیغۂ اصلاح بھی بخت خوابیدہ کی طرح بیدار ہو رہا ہے، اور مسلمانون کو اقتصادیات کی طرف دعوت دیتا ہی، قومی درسگاہون کو چھوڑ کر سرکاری عمارتون کے اندر کے قومی مدارس بھی کروٹ بدل رہے ہین، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے احاطہ مین ایک صنعتی کالج قائم کرنے کا تخیل پیدا ہے اور اس کے لیئے دو مسلمان فیاض رؤسا، نواب **مزمل اللہ خان** صاحب (علی گڈھ) اور نواب جنرل **عبید اللہ خان** صاحب (بھوپال) نے ایک ایک لاکھ روپیہ کا گرانبہا عطیہ پیش کیا ہی، ان خیالات کو پیش نظر رکھکر ۱۸۹۰ء کا زمانہ سامنے لاؤ، جب الہ آباد کی ایجوکیشنل کانفرنس مین ہمارے تعلیمی رہنما سر سید احمد خان نے یہ تجویز منظور کرائی تھی کہ کوئی موجودہ انگریزی تعلیمی مدارس اور اسکول کی لٹریری خواندگی مین واسطے ترقی دینے ٹکنیکل ایجوکیشن کے کوشش ہونی چاہیے،"

عین اوس وقت جب یہ مضمون زیر تحریر تھا، اسلامیہ کالج پشاور کے ایک فاضل پروفیسر جناب [illegible] نور صاحب ایم، اے کی مسئلہ تعلیم پر ایک محققانہ تالیف "ضرورت وقت" ہمارے پاس پہنچی، اس کتاب کو دیکھکر جہان فاضل پروفیسر کی قابلیت اور لیاقت کی تعریف ناگزیر ہے، وہین مسلمانون کے ذہنی انقلاب اقتصادی کا ایک بین ثبوت بھی ہم پہنچایا ہے، پروفیسر صاحب نے ۱۸۰ صفحات مین اعداد و شمار اور دلائل کی مدد سے یہ ثابت کیا ہے،

کہ قوم کی ترقی صنعتی اور تجارتی تعلیم کے بغیر ناممکن ہے، آجکل مسئلۂ تعلیم پر جو اصحاب غور و فکر فرماتے ہین اون کے لئے اِس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہی،

ابھی یہ سطرین لکھی جا رہی تھین کہ اخبارات کے ذریعہ سے جنرل عبید اللہ خان (بھوپال) کے ایک اور تعلیمی فیاضی کی مثال نظر سے گذری، جنرل صاحب نے اپنے جوانمرگ فرزند کی یادگار مین چار لاکھ کی مالیت وقف کی ہی، کہ اوس کے منافع سے طلبہ کے لیے تعلیمی وظائف مقرر کیے جائین، اِن وظائف کے قواعد و ضوابط شائع ہوئے ہین، اون مین سے حسب ذیل دفعات ہمارے خیال کی تائید کر رہی ہین،

سائنس کورس یا تجارت یا زراعت کی ڈگری کے واسطے طلبہ کی تعداد نسبتہً، تعداد مقررہ وظائف کے پانچوین حصہ سے کم نہو گی، .... اگر سائنس کورس مین کوئی طالب علم موزون ثابت نہو تو جو صنعت، یا تجارت یا زراعت مین فوقیت رکھتا ہو وہ مستحق متصور ہو گا، .... ہر صورت مین سائنس، یا تجارت، یا زراعت کی سند جس کو حاصل ہو گی، اوس کو بیرون ہند بھیجنے کے لیے ترجیح دی جائے گی، .... اگر دو یا تین طلبہ سند یافتہ سائنس امیدوار وظیفہ ہونگے تو سائنس یا زراعت یا تجارت کے سند یافتہ زائد سے زائد دو طلبہ کو وظیفہ ملیگا، اور صنعت کا تعلیم یافتہ ضرور مستحق وظیفہ سمجھا جائیگا،

اگر آج سے چند سال پہلے یہ تعلیمی وظائف جاری ہوتے تو ترجیح پانے والے طلبہ وہ ہوتے جو بیرسٹری اور آئی، سی، ایس کے لیے انگلستان جاکر تعلیم حاصل کرنا چاہتے! **سبحان مقلب القلوب!!**

۶- **علماء اور طلبہ مین سیاسیات**، دنیائے اسلام کے ذہنی انقلاب کا چھٹا منظر ہمارے سامنے یہ ہی کہ گنگا سے اٹلانٹک تک کے تمام ممالک اسلامیہ کے وہ علمی اور مذہبی عناصر جو صدیون سے میدان سیاست سے ہٹکر اپنے اپنے ممبرون اور حلقون مین گوشہ گیر ہو گئے تھے، وہ اب اپنے اپنے دائرون سے باہر نکل رہے ہین، اور سیاسیات عالم اور خصوصاً سیاسیات اسلامیہ مین حصہ لے رہے ہین، اِس سے یہان بحث نہین ہی کہ حالت اچھی ہی یا بُری، کہنا یہ ہی کہ واقعہ اور صورت حال یہ ہی، مصر کا جامع ازہر اُس قت

مصر کی آزادی کا علمبردار ہے، وہان کے طلبہ اور مدرسین مظاہرون مین حصہ لے رہے ہین، احتجاجون مین شریک ہو رہے ہین، یہان تک کہ پچھلے دنون چند روز کے لیے جامع ازہر اور تمام اس قسم کے مدارس کو بند کر دینا پڑا، تونس کا **جامع زیتون**، انقلاب کی حالت مین ہے، اور سندیافتگان زیتون کا رسالہ بدر اس کی بہترین شہادت ہے، دو سال ہوئے اہل تونس نے بائی تونس کی خدمت مین طلب دستور کا عریضہ پیش کیا، جس وفد نے یہ عریضہ پیش کیا اوس کے میر وفد، تونس کے مشہور مدرسہ زیتونیہ کے مدرس اعظم تھے، چنانچہ فرانسیسی حکومت کی طرف سے اون کو چھ مہینہ کے لیے معطل کیا گیا،

افغانستان کے طلبہ نے فخری پاشا اور دوسرے نامدارون کی آمد مین، نیز جشن آزادی کے موقع پر پُر جوش تقریرین کین، اور جو علمی و تعلیمی دلچسپیان اونھون نے لوگون کو دکھائین وہ اون کے سینون مین لبریز جوش و خروش کو نمایان کرتی ہین، ابھی اسی مہینہ مین افغانی سفیر جب جامع ازہر پہنچا تو وہان کے طلبہ اور مدرسین نے جس طرح اوس کا خیر مقدم کیا، اور جو الفاظ اپنی زبان سے ادا کیے، وہ اِس انقلاب کا بہترین منظر ہے، اسی ہفتہ کی خبرون مین بیت العلوم قسطنطنیہ کے طلبہ کی ولولہ انگیزی اور سیاسی ہیجان کی خبر آپ کی نظر سے گذری ہو گی،

آج ہی کے اخبارات مین علمائے ایران کے سیاسی جوش و خروش کا حال پڑھا، کہ اونھون نے تمام مسجدون اور درسگاہون کو اپنی صدائے احتجاج سے معمور کر دیا ہے، اور مجلس سے یہ مطالبہ کرتے ہین، کہ تمام ملک مین مسکرات کی دکانین اور تفریحگاہین بند کر دی جائین، مذہبی مسائل مین اخبارات کی آزادی محدود کی جائے، اور مجلس مین علمائے دین کے نمایندے بھی لیے جائین، ہندوستان کے اندر جو کچھ دو سالون مین گذرا ہے وہ کسی کی نظر سے پوشیدہ نہین، منتظمین، مہتممین اور ارکان کی پوری کوشش کے باوجود دیوبند، ندوہ، اجمیر، علی گڈھ، کلکتہ وغیرہ مین جو کچھ گذرا اور ہو رہا ہے اوس کے دُہرانے کی ضرورت نہین، خود جمعیۃ العلماء اور جمعیۃ الطلبہ کا وجود، اونکے مقاصد، اور اون کے جلسون کی رودادین اُس

انقلاب کا اعلان عام ہین،

اسی حالت کو دیکھکر ہم کو یورپ کا وہ زمانہ سامنے نظر آتا ہی جب فتح قسطنطنیہ کے بعد وہ اسلام کے مقابلہ کے لیے تیار ہو رہا تھا، "مورخین عالم کی تاریخ" کے مصنفین کے الفاظ مین "یہ یورپ کا وہ انقلابی زمانہ تھا جب بحری سپاہیون کی محنت، فلسفیون کی جدوجہد، طالب علمون کی مساعی، مدبرین کی دماغ سوزی، اور سپاہیون کی جانبازی سب اسی مقصد کے لیے تھین کہ صلیب کو (ہلال کے مقابلہ مین) عروج نصیب ہو"

کیا آج وہی انقلابی زمانہ اسلام کے لیے آگیا؟ تلک الایام نداولھا بین الناس،

اسوۂ صحابہ جلد دوم

از مولانا عبد السلام ندوی

کتاب مذکور کا دوسرا حصہ جس مین صحابہ کرام کا نظام سیاسی اور ملکی انتظامات اور علمی خدمات کی تفصیل ہی، تفسیر، حدیث، فقہ، اسرار دین، تصوف وغیرہ علوم جسقدر صحابہ کے عہد مین پیدا ہو چکے تھے انکی تفصیل ہی، ضخامت ۴۵۰ صفحات

قیمت للعہ

مینجر

فارسی کے دو نایاب دیوان

از

جناب مولنا حبیب الرحمن خان حسرت شروانی، صدر الصدور دولت آصفیہ

میرے مختصر سے کتاب خانہ مین فارسی کے دو دیوان قلمی ہین جو اپنے اوصاف اور خصوصیات کے لحاظ سے نایاب خیال کیے جا سکتے ہین۔ ان دونون کو مرحوم علامہ شبلی کی یاد سے تعلق ہی نیاز منزل دل کا تقاضا ہی کہ معارف کے ناظرین کرام سے ان کا تعارف ہو۔ اس طرح "استاد محترم" کی یاد تازہ ہو جائیگی اور "تلمیذ مکرم" کی فرمایش کی تعمیل۔ مانا کہ یہ ہدیہ ع

پائے ملخے پیش سلیمان بردن۔ ٹھہرے، "تاہم مور ضعیف" کا تحفہ ہی ہو سکتا ہی۔

حسرت شروانی

۱۔ دیوان عرفی شیرازی

عرفی شیرازی نے وفات کے وقت اپنے مسودات کا مجموعہ پریشان خانخانان کی خدمت مین بھجوا دیا تھا کہ اس کی سرپرستی مین مدون ہو جائے۔ چنانچہ عرفی کی یہ تمنا پوری ہوئی۔ علامہ شبلی، شعر العجم مین فرماتے ہین۔ "افسوس یہ نسخہ آج نایاب ہی ورنہ بہت ہی دلچسپ باتین معلوم ہوتین" اثر نیاز دیکھو، علامہ مرحوم کی آرزو حسرت کے حق مین پوری ہوئی۔ وہ نسخہ ان کے نیازمند کے ہاتھ آگیا۔ پارسال دلّی کے ایک بزرگ، قدیم خاندان، ہنر کی یادگار بہت سے قطعات اور یہ نسخہ فروخت کے لئے لائے تھے، مین نے دیکھا تو خوبی خط وغیرہ کے لحاظ سے نادر معلوم ہوا، لے لیا، ثابت ہوا کہ یہ نسخہ اسی دیوان کا ہی جو وفات عرفی کے بعد خان خانان کے حکم سے محمد قاسم سراج نے مدون کیا تھا۔ اور مآثر رحیمی کے مؤلف عبد الباقی نے اس پر دیباچہ لکھا تھا۔ اس کا سنہ کتابت ہے تشنہ اھ۔ محب علی بن حاجی یوسف شیرازی کاتب ہے۔ خانخانان

کے حکم سے جو نسخہ مرتب ہوا تھا وہ تقریباً ۱۰۲۶ھ مین مکمل ہوا - اس طرح میرا نسخہ اصل دیوان کی ترتیب کے چوبیس برس بعد لکھا گیا ہو جو بہت زمانہ نہین ہے - خط، کاغذ اور نقاشی کے لحاظ سے یہ نسخہ اس عہد کی قلمی کتابون کا ایک عمدہ نمونہ کہا جا سکتا ہو - اوسط تقطیع پر باریک قلم سے لکھا ہوا ہے - جو صفحہ پورا لکھا ہو اس مین ۱۶ سطرین ہین - ضخیم ۴۴۲ صفحات کا ہو قصائد کے چند صفحات درمیان مین معدوم ہین ترتیب کلام حسب ذیل ہو دیباچۂ عبد الباقی (۱۵ صفحہ) رسالۂ نفسیہ (۱۳ ص) مثنوی مجمع الابکار (۵۰ ص) مثنوی فرہاد و شیرین (۲۷ ص) قصائد (۶۲ عدد) ترکیب بند (ایک) ترجیع بند (ایک) قطعات (۳۲ عدد) ساقی نامہ، غزلیات (۵۱۹ عدد) رباعیات (۲۲۲ جن مین بعض ناقص ہین) کل تعداد اشعار ۸۱۱۲ ہے - اصل دیوان مین ۱۴۰۰۰ اشعار تھے - اس طرح چھ ہزار شعر عرفی کے چند ہی سال مین پھر معدوم ہوگئے - چھ ہزار کے دیوان اس کی زندگی مین تلف ہو چکا تھا جس کے افسوس مین اس نے کہا تھا ؎

شش ہزار آیت احکام ہنر باختہ ام ، رصد شرع ہنر چون نشود محو کہ من

دیباچہ مین عبد الباقی نے لکھا ہو کہ عرفی نے وفات کے وقت اپنے مسودات کا پریشان مجموعہ خانخانان کے پاس اس التماس کے ساتھ بھجوا دیا تھا کہ مدون کرا دیا جائے - یہ اوراق عرصہ تک خانخانان کے کتابخانہ مین (جو مکتب خانۂ اہل عرفان "تھا) محفوظ رہے اور مختلف موانع کی وجہ سے خانخانان کو ان کی طرف توجہ کرنے کی مہلت نہ ملی - آخر ۱۰۲۴ھ مین عرفی کی وفات کے پچیس برس بعد عرفی کے حقوق یاد آئے اور اس مربی کمال و اہل کمال "نے محمد قاسم خلف خواجہ محمد علی اصفہانی کو جو سراجا کے لقب سے مشہور تھا حکم دیا کہ مسودات مذکورہ کی تدوین کرے "سراجا کی تعریف عبد الباقی نے ان الفاظ مین کی ہے - "از آدمی زادگان اصفہان است" ڈیڑھ برس کی سخت محنت کے بعد اس نے دیوان ترتیب دیا - اس دیوان مین قصیدہ، غزل - رباعی، قطعہ، مثنوی - ترکیب بند اور ترجیع بند کے چودہ ہزار شعر تھے - عبد الباقی نے ترتیب و مقابلہ کے زمانے مین ان مسودات کو دیکھا تھا -

اس کا بیان ہو کہ نہایت ابتر تھے - اسی بنیاد پر سراجا کی محنت کی داد ان الفاظ مین دی ہے "الحق درین کار ید بیضا نمود" بعد ترتیب سراجا نے یہ مجموعہ خانخانان کے ملاحظہ مین بمقام برہان پور (خاندیس) پیش کیا - اس وقت عبد الباقی بھی "خواتمی نشینان بزم فیض" مین سے تھا - خانخانان نے دیکھکر پسند کیا اور انواع و اقسام کے صلے اور انعام دیکر سراجا کی عزت افزائی کی - یہ نسخہ خانخانان کے کتابخانہ مین رکھا گیا - اہل استعداد کو نقل کا شوق ہوا تو وہین سے نقلین حاصل کین - اس عہد مین "مستعدان ہندوستان" کے نزدیک جو نسخہ معتبر تھا وہ اسی نسخہ کی نقل تھی" (انتہی ملخصہ)

عرفی کے واقعات حسب ذیل اس دیباچہ سے معلوم ہوتے ہین - عرفی کا نام خواجہ سیدی محمد تھا باپ کا نام خواجہ زین الدین علی شیرازی - اس کا خاندان ولایت فارس مین صاحب "قدر و منزلت" تھا - خواجہ زین الدین علی عہد ہا "پیشوائے حرسۂ شیراز" اور "وزیر داروغۂ شہر" پر ممتاز رہا - اسی زمانے مین عرفی نے "بعض مقدمات علمی" حاصل کئے اور "حیثیات عالیہ" - خط نسخ "خوب لکھتا تھا - فن موسیقی مین دخل تھا - اسی دوران مین شعرا کی ہمنشینی کا شوق پیدا ہوا اور شعر و شاعری کے میدان مین قدم رکھا چونکہ اس کے والد "وزیر داروغۂ شہر" تھے اس لئے شرعی و عرفی کی مناسبت پر لحاظ کرکے عرفی تخلص پسند کیا دار الافاضل شیراز کے موزون طبعون کی صحبت مین تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ عرفی کے جوہر چمک اٹھے اور اشعار آبدار سامعہ افروز ہونے لگے - چونکہ طبیعت ایجاد پسند پائی تھی اس لئے تازہ گوئی کے میدان مین اتر آیا - اب اس کو ایک "استاد و مرشد" درکار تھا جو شیراز مین نہ تھا - اسی اثنا مین اس نے ہندوستان کی "سخن سنجی و نکتہ دانی" کا غلغلہ سنا اور اسی کے ساتھ اس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ شکیبی اصفہانی، نظیری نیشاپوری انیسی، شر تعیت کاشی - کامی سبزواری - بقائی خراسانی - نحوی، غنی ہمدانی - اور "مستعدان روزگار" کے جوہر خانخانان کے دربار مین جلا پا پا کر عالم افروز ہو رہے ہین - اور "سپہ سالار" کی خدمت مین جس طرح ان نکتہ دانون نے ترتیب پائی تھی اس کی حقیقت بھی منکشف ہوئی - یہ حالات سنکر عرفی نے

ہندوستان آنے اور خانخانان کی ہمنشینی سے فیض حاصل کرنے کا قصد مصمم کرلیا - اور اسی شوق مین وارد ہندوستان ہوا - اوّل چند روز حکیم ابوالفتح گیلانی کی خدمت مین رہا - اس زمانے مین حکیم ابوالفتح کی بزم ادب حسین ثنائی - سید محمد نجفی - حیاتی گیلانی اور اور بہت سے شعرائے نامی سے آراستہ تھی - عرفی نے اس انجمن مین اپنی قادر الکلامی کا سکہ بٹھادیا - اور صدر نشین سے لیکر ارکان تک سب نے اس کے کلام کو پسند کیا - اسی عرصہ مین اس کی ملاقات فیضی سے ہوئی جو شاہزادون کا استاد اور بادشاہ کا مقرب تھا - اس کو بھی عرفی کی طرز جدید مرغوب ہوئی - ان منازل کو طے کرتا ہوا عرفی خانخانان کی درگاہ مین باریاب ہوا - اور اس بزم گرامی کے شعرائے نامور کی صحبت سے فیضیاب - خانخانان نے عرفی کی پوری قدر کی - چنانچہ معمولی آداب اور کورنش سے اس کی باریابی مستثنیٰ تھی - اور مجالس مین نشست بالاتر - اس زمانے مین عرفی کا میلان طبع کلام عاشقانہ عارفانہ کی طرف رہا اور اسی مین ترقی کرتا رہا - نہایت بلند ہمت اور عالی فطرت تھا - اور اہل زمانہ بلند ہمتی اور حسن کلام کی وجہ سے اس کا اعزاز کرتے تھے - سنہ ۹۹۹ھ مین بمقام لاہور رحلت کی - کسی نے تاریخ کہی "استاد البشر" (۹۹۹) لاہور ہی مین دفن ہوا - سنہ ۱۰۲۸ھ مین میر صابر اصفہانی نے اس کی لاش نجف اشرف مین لیجا کر دفن کر دی - یہ اس حسن عقیدت کا صلہ تھا جس کا ظہور اس شعر مین ہوا -

اگر بہ ہند بخاکم کنند و گر بہ تتار   بہ کاوش مژہ از گور تا نجف بردم

(انتہی خلاصۃً) - عجب اتفاق ہے - تقریباً سنہ ۱۰۲۶ھ مین عرفی کا کلیات مرتب ہوا - سنہ ۱۰۲۸ھ مین اس کے جسم نے بھی ہندوستان کو خیرباد کہدی - گویا وہ اس انتظار مین تھا کہ اس کا ادبی کارنامہ پایۂ تکمیل کو پہنچ لے تو وہ اس سرزمین سے قطع تعلق کرے -

عرفی کا انداز سخن مؤلف دیباچہ عبدالباقی نے مختلف ادوار کے طرز سخن سے بحث کی ہے - لکھتا ہے کہ شعراء کے طبقہ پیشین مین عنصری رودکی وغیرہ نے کوس استادی بجایا - اس طبقے کے

بعد سلسلہ بیان مولانا نظامی اور امیر خسرو تک پہنچادیا ہے - اس طبقے کے بعد اور اساتذہ ہوئے یہان تک کہ "بادشاہ دانادل سخن شناس" سلطان حسین مرزا فرمان روائے ہرات کا زمانہ آیا - اس عہد کے اساتذہ مولانا جامی - میر علی شیر نوائی - بابا فغانی - اہلی شیرازی - بگسی - خواجہ آصفی اور میر شاہی نے انداز کلام مین ایک گونہ جدت پیدا کر کے ایسی طرز ایجاد کی جو روش متقدمین سے متجاوز اور اس عہد کے مستعدون کی طرز سے ملتی جلتی ہے - (واضح ہو کہ اس موقع پر دیباچہ نگار نے خلط بحث کر دیا ہے - دراصل تجدید روش کا سہرا فغانی کے سر ہے - باقی جن اساتذہ کا نام لیا گیا ہے ان کی طرز عرفی وغیرہ کے کلام سے بالکل جدا و متغائر تھی، بابر خواجہ آصفی کے کلام کی بے نمکی سے سخت نالان ہے) اس طرز کو اہل ذوق نے پسند کیا - اور طرز قدما طاق و صندوق مین آرام گزین ہوگئی - اس طبقے کے بعد ایک اور طبقہ بزم سخن مین آیا - مثلاً مرزا اشرف جہان - لسانی - شریف تبریزی - محتشم کاشی - وحشی بافقی - ان استادون نے ایک قدم اور آگے بڑھایا - اور انداز متاخرین سے قریب تر آگئے - اب نوبت مرزا علی قلی میلی خواجہ حسین ثنائی - ولی دشت بیاضی - ملک قمی - مرزا حسابی - نظیری - عرفی وغیرہ - شعرائے بلاد خراسان کی آئی - یہ طبقہ یکسر طرز متقدمین سے منکر ہوگیا - خواجہ حسین ثنائی نے سب سے زیادہ طرز تازہ مین گام زنی کی - تمام ایران اس طرز کے دلدادہ ہوگئے اور اس طبقے کے اشعار کو سفینۂ سینہ مین ثبت کر لیا - جو کلام ان کی زبان سے نکلتا تھا باد صبا کی طرح ایران کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جاتا تھا - مولانا عرفی کا دور آیا تو اس نے طرز متقدمین و متاخرین دونون کو منسوخ کر کے وہ طرز اختیار کی جس کے سننے سے گوش اہل ہوش مخزن دُرِّ عدن بن گئے - اور وہ انداز سخن رائج کیا جس کا سکہ اب ربع مسکون مین روان ہے - ہندوستان مین فیضی نے اور ایران مین حکیم رکنائے مسیحی - حکیم شفائی - شانی تکلو نے اپنی اپنی طرز کو طرز عرفی سے آشنا کر دیا - اس طرز مین عرفی سے پہلے کسی نے استقلال پیدا نہین کیا تھا - ابتداءً عرفی کی جدت طرازی کو نہ صرف لوگون نے

ناپسند کیا بلکہ اس پر اعتراض کرتے تھے۔ خانخانان کی تربیت وسرپرستی نے اس کا سکہ سارے عالم کے دلون پر بٹھا دیا۔ "این چراغ از نکرت طبع او افروخت واین نام نامی بدولت تربیت واصلاح ایشان بہم رسانید۔"

رسالہ نفسیہ عبدالباقی کے دیباچہ کے بعد کلیات عرفی شروع ہوتا ہے۔ اوّل رسالہ نفسیہ ہے۔ اے نفس "اے نفس" کہکر نفس کو نصیحتین کی ہین۔ فرصت کو غنیمت سمجھنے۔ ریا ؤ مکر اور خودپسندی سے بچنے۔ ہمت کو بلند رکھنے۔ معرفت الہی خالصًا لوجہ اللہ حاصل کرنے وغیرہ مطالب کی تاکید وتشویق پرزور الفاظ مین ہے۔

مثنوی رسالۂ بالا کے بعد دو مثنویان ہین۔ ایک مجمع الابکار مولنا نظامی کی مخزن الاسرار کے جواب مین۔ مولنا شبلی نے لکھا ہے کہ یہ چھپ گئی ہے۔ دوسری فرہاد وشیرین۔ بجواب شیرین خسرو۔ مولنا نے لکھا ہے کہ "آتشکدہ اور مجمع الفصحا مین اس کے اشعار نقل کئے ہین" حق یہ ہے کہ یہ چھوٹی سی مثنوی عرفی کی شیوابیانی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ گرمیٔ سخن ملاحظہ ہو۔

خداوندا دلم بے نور تنگ است   دل من سنگ و کوہ طور سنگ است

دلم را غوطہ دہ در چشمۂ نور   تجلی کن کہ موسیٰ ہست در طور

دگرزین نا سزا دل عار داری   کرم بسیار و دل بسیار داری،

دلے دہ چون محبت پاک دامان   دلے پاکیزہ گوہر تر ز ایمان،

دلے مرہم گداز آرام نشناس   لبش مست مکیدن ہائے الماس

دلے ریشے کہ وقت کاوش نیش   نہ او از نیش نیش از وی شود ریش

برافروز آتشے در سینۂ من،   کہ سوز دراحت دیرینۂ من،

دران آتش فگن جان مرا فرش   ولیکن شو پناہ فرش تا عرش،

بروئم ز آتش دل دار و درتب   درون بحرے کن از آتش لبالب

دران بحر لبالب ز آتشش تیز،   چنان طوفان بیتابی برانگیز

کہ ہنگام ہجوم موج بر موج،   خفیفش مضطرب تر باشد از اوج

بپوشان چہرہ ام را خلعت زرد   بنوشان سینہ ام را شربت درد

چہ شربت آب کوثر آمت او   گلو سوز محبت لذت او،

قصائد۔ قصیدے تعداد مین چھیاسٹھ ہین۔ مطبوعہ نسخہ (مدراس ۱۲۶۲ھ) مین باون ہین اس طرح قلمی نسخے مین چودہ قصیدے زائد ہین۔ ان مین سے بعض ناتمام ہین۔ قصائد کے بعض اوراق بھی درمیان مین سے تلف ہو گئے ہین۔ مگر معلوم ہوتا ہے زیادہ نہین۔

غزلیات۔ غزلین ۵۱۹ ہین۔ مطبوعہ نسخہ مین ایک غزل بھی نہین ہے۔ عرفی کی اصل سحر آفرینی غزل مین ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

گفتگوئے غم یعقوب بود پیشۂ ما   بوئے پیراہن یوسف بود اندیشۂ ما

اندران بیشہ کہ ما شیر وشیم آفت نیست   روبہ از بیم بیگری رم کند از بیشۂ ما

کوہکن صنعت ما داشت ولی فرق بسیاست   قوت بازوئی دل می طلبد تیشۂ ما

دردل ما غم دنیا غم معشوق شود   بادہ گرخام بود پختہ کند شیشۂ ما

عرفی افسانہ تراشی بخموشی بفروخت   للہ الحمد کہ آزاد شد از پیشۂ ما

دیگر

مرو بیادیہ گردی کہ زرق و شیدائی است   برہنگی مطلب کان لباس رعنائی است

زبان ببند و نظر باز کن کہ منع کلیم   کنایت از ادب آموزی تقاضائی است

دماغ یوسف اگر تر کنند کف ببرد   ازان شراب کہ در ساغر تماشائی است

نقاب می کشد ای دل تمام حوصلہ شو   کہ باز وقت شراب کرشمہ پیمائی است
چنین کہ بردم شمشیر دوستہ می غلطم   حسود در ارسد ار گویدم کہ ہرجائی ست
شہید عاطفت آن کرشمہ ام کز مہر   تمام نقش طرازی و شہد آرائی ست
بشوق دوست چہ سازم کہ در شریعت عشق   خیال بے ادبی و نگاہ رسوائی ست
مگو کہ نیست گنہگار تر ز من عرفی   کہ این حدیث گرانمایہ لاف یکتائی ست

دیگر

مراز غمکدۂ سینہ داغ می روید   ز بزمگاہ محبت چراغ می روید
تو پائے کعبہ رو آمادہ کن کہ در ہر گام   ہزار خضر براہ سراغ می روید
بہشت کو کہ تماشا کند کہ حسن ترا   ز باغ لالہ واز لالہ باغ می روید
مسیح گو گہر آفتاب رامفروش   کہ از خرابۂ ماشب چراغ می روید
نسیم باغ کہ بر مغز آستین افشاند   کہ روضہ روضہ گلم از دماغ می روید
مگر ترانۂ عرفی کسے بہ گلشن برد
کہ بانگ دروزدستان زاغ می روید

دیگر

نفسے کہ غمزۂ او بہ صف بلا نشستہ   بہ ہوائے دل مسیحا بردہ فنا نشستہ
بجو سی بہ تربت مامفشان بناز دامن   کہ غبار درد و حسرت بہزار ما نشستہ
شود آشکار فردا کہ براہ وعدۂ او   ز غم بہشت و دوزخ دو جہان جدا نشستہ
ز رہ وفا درین کو کہ گزشتہ دامن افشان   کہ غبار کوچۂ ما بر تو تیا نشستہ
روم از جہان و شادم کہ براو تا قیامت   ز خیال غمزۂ او حشم بلا نشستہ

ز دعا چہ کام جویم کہ میان تنگ دستان   بہزار نا امیدی اثر دعا نشستہ
تو و بزم عیش عرفی من و کوچہ کہ ہر سو
سر خون چکان فغان دل بنوا نشستہ

یہ غزل حضرت امیر خسرو کی طرح پر ہے ان کا مطلع ملاحظہ ہو۔ دوسرے مصرع میں ندرت تشبیہ قابل داد ہے۔ ؎

بحوالی دو چشمش حشم بلا نشستہ   چو قبیلہ گرد لیلی ہمہ جا بجا نشستہ

رباعی

رفتم بجنازۂ یکے تن کہ فسرد ؎   صد سال ز باغ عیش گل چید و برد
گفتم چہ بردن بردی ازین باغ و بہار   گفتہ دل پرخون و تو ہم خواہی برد

دیگر

گاہے ہوس افروز نعیمت بینم   گہ مضطرب از بیم جحیمت بینم
یا دوست در آویز و بیا سا تا چند   بازیچۂ دست ہر نسیمت بینم

دیگر

جہدے کہ گسستن نفس نزدیک است   فریادی کن کہ دادرس نزدیک است
گر قافلہ بگذشت قدم سست مکن ؎   بشتاب کہ آواز جرس نزدیک است

دیگر

جمعے بدرت گریہ و آہ آوردند ؎   جمعے ہمہ دیدند و نگاہ آوردند
جمعے دیدند خواہش عفوت را   رفتند و جہان جہان گناہ آوردند

شوخ چشمی معاف۔ مصرع اول میں خواہش کی جگہ تعالم ہوتا تو کیا خوب ہوتا۔ جناب

باری عزاسمہ کے لئے خواہش کا لفظ مناسب نہین معلوم ہوتا۔ جہان جہان تک کے لئے عالم کس قدر مناسب و موزون ہے۔

حال مین طاہر نصیرآبادی کا نایاب تذکرہ دستیاب ہوا۔ داغستانی اور میر آزاد بلگرامی نے اکثر اس تذکرے کا حوالہ دیا ہے۔ طاہر نے (جو نظیری و عرفی کا ہمعصر ہے) معاصرین کا تذکرہ لکھا ہے۔ اس لئے واقعات کے لحاظ سے خاص پایہ رکھتا ہے۔ عرفی کے حال مین لکھا ہے۔ "صفائے ذہن" اور ذکائے طبع سلیم" مین تمام شعرائے فارس و خراسان سے ممتاز تھا۔ غیرتی۔ قیدی۔ قدری کے ہمصحبتون مین سے تھا۔ اس کی ابتدائی عمر شیراز مین گذری۔ آغاز کار مین شعرار و علمار کی صحبت مین مباحثہ و مناظرہ کے موقع اس کو ملے۔ اور قوانین شعر مین مہارت حاصل کی۔ اور حل و عقد نظم اور فنون سخن سے زاید از وصف آگاہی۔ ۹۹۲ھ مین ہندوستان روانہ ہوا۔ (گویا ۲۹ برس کی عمر مین ہندوستان آگیا) جن لوگون نے اس کو دیکھا ہے ان کا بیان ہے کہ "خوش طبع ظرافت دوست" تھا۔ باوجود دعوائے شاعری کے معاصرین کی ملاقات کے وقت "خوش طبعی" کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا تھا۔ (اس تعدیل سے "کم بینی و غرور" کی جرح کی تلخی کم ہو جاتی ہے) - امید ہے کہ رفتہ رفتہ سلامت نفس بھی پیدا کریگا اس لئے کہ "طبع مستقیم" کو "نفس سلیم" درکار ہے۔ طاہر نے "گویند" کر کے عرفی کی تاریخ وفات ۱۰۰۲ھ لکھی ہے۔ جو صحیح نہین۔ لکھا ہے کہ مرض الموت مین یہ دو رباعیان زبان سے نکلین

اے مرگ مرا زیار شرمندہ مکن، نومیدم ازان گوہر ارزندہ مکن،
یار آید و جان رود خدایا نفسے، مہلت دہ و در قیامتم زندہ مکن

ایضاً

عرفی دم نزع ست و ہمان سستی تو، آیا بچہ مایہ بار بستی تو،
فرداست کہ دوست نقد فردوس بکف، جویائے متاع ست و تہیدستی تو۔

دوسری رباعی کا جواب مرزا یوسف خان مشہدی نے دیا۔

رُباعی

عرفی زنستی بدوست پیوستی تو، وز کشمکش زمانہ وارستی تو
انجا غم دوست مایہ دست تہی است، خوش باش کزین مایہ قوی دستی تو

اول رباعی مین دیکھو ایک دم کے مشاہدۂ جمال پر عمر ابد کو قربان کر گیا۔ دوسرا پہلو نہین چاہتا کہ دم آخر جو مشاہدۂ جمال کی نعمت حاصل ہوئی اس کے سرور مین ہنگامۂ قیامت خلل انداز ہو، نگاہ روبرو۔ واقعات ختم ہوئے۔ افسانہ نہین واقعات۔ واقعات کے نتائج پر غور ہمیشہ سبق آموز ہے۔ آج "تعلیم و تربیت" بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ اور گردن غرور کی بلندی حقیقت کے مشاہدہ سے معذور کر چکی ہے۔ انصاف سے دیکھو کہ آج کوئی تربیت گاہ ایسی ہے جہان عرفی کی قابلیت کے ادیب پیدا ہون۔ نکھنا کہ عرفی کی کیا ضرورت ہے۔ بیسیون یونیورسیٹیان آج بھی، خاقانی و عرفی کا کلام پڑھا رہی ہین۔ عرفی و خاقانی درکنار ان کے کلام کے اہل ذوق سمجھنے والے بھی پیدا نہین کر سکتین۔ مانو گے کہ عرفی کا مربی فن خانخانان تھا۔ جو جوہر ایران نہ چمکا سکا بلکہ جن جوہرون کی آبداری سے ایرانیون کی آنکھین خیرگی کرتی تھین وہ ہندوستان کے ایک امیر کے دیوانخانے مین آکر اس آب و تاب سے چمکے کہ ایک عالم روشن ہو گیا۔ خانخانان میدان مین ایک فاتح ہے۔ اپنے وقت کا بہترین سپہ سالار۔ بزم مین ایک اولوالعزم۔ فیض۔ مربی علم و فن امیر ابن امیر۔ اس بوقلمونی کو دیکھو۔ تلوار اور قلم دونون جوہر ریز ہین۔ کلام پڑھو۔ ندرت مین ممتاز ہے ؎

بہ سنگ رخنہ شد از بس گریستم بیتو، ز سنگ سخت ترم لیکہ زیستم بیتو

دیگر

بہ گیش مہر و وفا حرف عہد بیکار است — نگاہِ اہل محبت تمام سوگند است

ہمہ گیری ملاحظہ ہو۔ ایک طرف عرفی و نظیری اور اور بہت سے ایرانی شعرا فیض تربیت سے مدارج ترقی حاصل کر رہے ہین۔ دوسری طرف بھاشا کے کبیشیر اصلاح لے رہے ہین۔ بھاشا کا ادب ترقی پا رہا ہے۔ جن لوگون نے بھاشا کے علم ادب کی تاریخ لکھی ہے اس کا ایک دور خانخانان کے زیر تربیت قائم کیا ہے۔ تیسری طرف واقعاتِ بابری کا ترجمہ ترکی سے فارسی مین ہو رہا ہے۔ یہ زمانہ تو کمالاتِ انسانی کی معراج کا ہے۔ میری تنگ اور محدود معلومات مین قابل شکر اضافہ ہوا اگر ان حیثیات کا جامع زندہ انسان بتایا جائے جو خانخانان مین جمع تھین طلسم کدۂ حیرت ہنوز ختم نہین ہوا۔ عرفی و نظیری کے کمال کا مربی کس کے دامنِ تربیت مین پلا تھا۔ جلال الدین اکبر کے جوامی محض تھا۔ بیرم خان عبدالرحیم کو چار برس کا چھوڑ کر اس عالم سے راہی ہوا تھا۔ تاریخ دیکھو۔ اکبر نے دشمن کی یادگار کو دربار مین شامل کر کے اپنی نگاہ کے سامنے پرورش کیا۔ سترہ برس کی عمر مین پہلے معرکۂ جنگ مین سرخرو ہوا۔ اکبر کی تربیت نے علم و ہنر کے جو دریا بہائے تاریخ فارسی تو اس سے بے بہرہ نہین مگر حریفون نے ایک سبق ہم کو یاد کرا دیا ہے۔ ”اکبر مسلمان نہ تھا اس لئے ملک نے ترقی کی“۔ مسلمانون کی تاریخ اتنی مردم خیز ہے کہ اس مین نہ اکبر عجیب ہے نہ خانخانان مگر عجیب امر یہ ہے کہ مسلمان اپنی ہی تاریخ سے سب سے زیادہ بدگمان ہین۔ وجہ۔ جہل و لاعلمی۔ فاعتبروا یا اولی الالباب

———*———

”ہنوز دلی دور است“

(ایک مشہور ضرب المثل کی تاریخ)

از

جناب مولوی عبدالماجد صاحب بی اے

کہاوتین اور مثلین ہر زبان کے سرمایۂ ادب کا ایک اہم جزو ہوتی ہین۔ ہر کہاوت یا ضرب المثل اپنے بیچ مین تاریخ اور لٹریچر کا ایک خاصہ قیمتی خزانہ مخفی رکھتی ہے لیکن عموماً امتدادِ زمانہ کے ساتھ یہ دفینہ اور زیادہ تعزمین مین دھنستا جاتا ہے، یہانتک کہ اسکا موقع و نشان بالکل مٹ جاتا ہے۔

اکثر امثال کی صورت آفرینش یہ ہوتی ہے کہ کسی مشہور شخص کی زبان سے کسی مشہور موقع پر کوئی فقرہ نکل جاتا ہے جس مین اختصار لفظی کے ساتھ جامعیت معنوی ہوتی ہے، اور جو کسی وسیع مادی، اخلاقی، یا معاشرتی حقیقت کا عطر اور نچوڑ ہوتا ہے۔ اس قسم کے مقولہ عام زبانون پر بے اختیار چڑھ جاتے ہین، اور کثرت استعمال سے کچھ روز مین ضرب المثل کا درجہ حاصل کر لیتے ہین۔ الفاظ زبانون پر رہجاتے ہین، لیکن لوگ یہ بھول جاتے ہین کہ اول اول کسکی زبان سے اور کس موقع پر ادا ہوئے تھے،

”ہنوز دلی دور است“ فارسی زبان کی ایک مشہور ضرب المثل ہے۔ اردو مین اکثر اسکا بجنسہ استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی اسکا ترجمہ کر کے ”ابھی دلی دور ہے“ بولا جاتا ہے۔ بہت کم اشخاص کو اس کا علم ہوگا کہ یہ مقولہ ابتداءً کس شخص کی زبان سے ادا ہوا تھا؟ کس موقع پر ادا ہوا تھا؟ اور اس وقت سے اس کا چلن کیونکر چل گیا؟ خوش قسمتی سے تاریخ کے صفحات ان سوالات کے جواب مین بالکل خاموش نہین۔

———

آٹھوین صدی ہجری کا زمانہ ہی، صدی کی پہلی چوتھائی کے خاتمہ مین پانچ سال کا عرصہ باقی ہی، دلّی کی سرزمین حسب معمول تماشاگاہ عبرت و انقلاب بنی ہوئی ہی، خسرو خان، ایک کم نسب نوجوان، بادشاہ وقت قطب الدین مبارک شاہ کو قتل کرکے خود تخت نشین ہو جاتا ہی، اور تمام مشائخ شہر کی خدمت مین بڑے بڑے گران قدر نذرانہ پیش کرتا ہی۔ تقریباً کل حضرات نذرین قبول فرماتے ہین، لیکن یہ نذر کو بطور امانت اپنے پاس محفوظ رکھتے ہین، کہ ممکن ہی انقلاب حکومت عنقریب دوسری کروٹ لے اور اس وقت یہ رقم واپس کرنا پڑے۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی سطح خیال ان مادّی مصلحت اندیشیون سے ارفع ہی، آپ کے یہان یہ روپیہ آتا ہی، اور اسی وقت فقراء و مساکین پر صرف ہو جاتا ہے، جس بزرگ کے لنگر خانہ کی وسعت آج افسانہ کی طرح ناقابل یقین معلوم ہوتی ہو[1]، اور جس کا معمول یہ تھا، کہ جو نہین نذرین داخل ہوتین، فی الفور فقراء پر تقسیم ہو جاتین، اور جبتک بالکل تقسیم نہ ہو لیتین، خاطر مبارک بیقرار و مشغول گریہ رہتی[2]، اس سے بجز اس کے اور توقع ہی کیا ہو سکتی تھی۔ غرض ادہر جاہ و ثروت کے تاجدار نے روپیہ بھیجا، اور ادہر فقر و مسکنت کے اورنگ نشین نے معاً اسے لٹا دیا۔

مورخ فرشتہ، اس واقعہ کو سیر الاولیاء، کے حوالہ سے لکھتا ہی:-

"منقول است، کہ خسرو خان بعد از قتل بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ بر تخت نشستہ دو لک یا سہ لک تنگہ جہت ہر یک از مشائخ فرستاد و غیر از سہ کس ..... ہمگی قبول کردند، امّا اکثر امانت نگاہ داشتہ خرچ نہ کردند، مگر شیخ نظام الدین اولیاء کہ پنج لک تنگہ خسرو خان را با تمام صرف فقراء نمود"

(تاریخ فرشتہ، جلد ۲، مقالہ دوازدہم، ذکر سلطان الاولیاء۔)

چار ماہ کے بعد زمانہ نے کروٹ لی، خسرو خان مارا گیا، اور عنان سلطنت، سلطان غیاث الدین تغلق کے ہاتھ مین آئی، اس جدید فرمانروا نے تخت نشین ہوتے ہی خزانۂ عامرہ کا جائزہ لیا، اور جو اشخاص خسرو خان کی زر پاشیون سے مستفید ہو چکے تھے، ان سے وہ رقوم واپس لینا شروع کین۔ اور اگر کسی شخص کی جانب سے اس باب مین تردد و تامل ہوتا، تو معاً وہ قہر سلطانی کا مستوجب ہوتا، عہد اکبری کا ایک مورخ لکھتا ہے:-

"زرہا را کہ خسرو خان در حالت اضطرار بہ مردم ایثار کردہ بود، باز یافت نمودہ داخل خزانہ ساخت، و ہر کہ در ادائے این قسم زر اہمال نمودے در شدت و تعذیب افتادے۔" (طبقات اکبری، جلد اوّل مطبوعہ کلکتہ، ص ۱۹۲)

مصلحت اندیش مشائخ و علماء نے یہ رقمین اپنے خزانہ سے خزانۂ شاہی کی جانب منتقل کردین، اور غضب سلطانی سے محفوظ رہے، سلطان المشائخ کے ہان روپیہ کا جمع رہنا، چھلنی مین پانی کا ٹہرنا تھا، جواب آیا، کہ جو آیا، وہ اسی وقت صرف ہو گیا۔ بادشاہ کو یہ انکار قدرۃً ناگوار گذرا، اور شیخ کی آزار رسانی کا قصد کر لیا۔ فرشتہ کا وقایع نگار قلم ان واقعات کو یون بیان کرتا ہی:-

"بعد از چہار ماہ چون غازی ملک یعنی سلطان غیاث الدین تغلق خسرو خان را کشتہ پادشاہ دہلی شدہ استقلال تمام بہم رسانیدہ در پے آن شد، کہ زر بابت خسرو خان را از مردم باز یافت نماید، اکثر مشائخ بے تعلل و اہمال ادا نمودند، و شیخ نظام الدین اولیاء، کہ صرف کردہ بود، بر جواب اقدام نہ نمود، و پادشاہ غیاث الدین تغلق شاہ سو مزاجی بہ شیخ بہم رسانیدہ بے عنایت شد۔"

ہر بزرگ و برتر ہستی کے حاسدین و مخالفین ضرور ہوتے ہین، حضرت شیخ کے جو مخالفین تھے، بادشاہ کو ناخوش دیکھ کر ان کے حاسدانہ جذبات کو اپنی تشفی کا موقع نظر آیا۔ انھون نے سلطان المشائخ

[1] "و ہمچنانکہ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر گفتہ بود، روزے ہفتاد من نمک در مطبخ او صرف می شد"، (فرشتہ، جلد دوم، مقالہ دوازدہم)

[2] "گردنے فتوحے گران، بسیدے، گریہ بیشتر کردے، و جہد بیشتر فرمودے، کہ زود تر تفرقہ کنید، و ساعۃ فساعۃ کسان می فرستاد، کہ تفرقہ کردند، چون می شنید، کہ در حال قسمت کردند، و بہ محتاجان رسانیدند، خاطر مبارک قرار گرفتے۔ و در ہر جمعہ تجرید فرمودے، و حجرہ ہا و انبار خانہ ہا خالی کنانیدے، چنانچہ جاروب می دادند۔ بعدہ در مسجد جمعہ رفتے۔" (سیر الاولیاء، ص ۱۳۱)

کی جانب سے بادشاہ کے کان ان روایات سے اور بھرے، کہ شیخ سارا وقت سماع مین صرف کرتے ہین، جو تمامتر نامشروع ہی۔ بادشاہ کو چاہئے کہ فقہائے وقت کی خدمت مین محضر پیش کرے، اور علمائے شرع سے مباحثہ کراکے شیخ کو مغلوب کرے۔ فرشتہ کے الفاظ مین

"جمعے کہ باشیخ عداوت وحسد داشتند ومنکر سماع بودند، فرصت یافتہ بعرض رسانیدند کہ این شیخ باجمیع مریدان خود غیر از سماع کارے ندارد، وسرود کہ در مذہب حنفی حرام است می شنود، پس پادشاہ را واجب است کہ علمارا طلبیدہ محضرے سازد، واورا ازان فعل نامشروع نہی نماید"

صاحب سیر الاولیا نے، جو حضرت سلطان المشائخ کے حالات مین سب سے زیادہ قدیم ومفصل تالیف ہی، اس داستان کو پھیلا کر لکھا ہی، اور مخالفین کے سرغناؤن کے نام بھی لکھدئے ہین:۔

"چون آفتاب دولت وکرامت وعظمت حضرت سلطان المشائخ بر جہانیان طالع گشت، وشوق سماع در علما، وفضلا، وصدور واکابر ووضیع وشریف ودور ونزدیک کہ در جبلت ایشان چاشنی عشق نہادہ بودند رسید، وغلغلہ در عالم افتاد وولولۂ عشق در دلہائے ایشان جنبید، وکار عاشقی وعشق بازی وسماع در جہان از سر تازہ شد وعالم بوستانے گشت...... خار حسد مدعیان این کار راچنانچہ موروث دارند از سر خلیدن گرفت، ومدتے این تعصب در دل داشتند کہ بدیدن نمی توانستند...... ونیز چون بیشتر اکابر وعلما وصدور واولیا وامرا وملوک ومقربان بادشاہ عہد را بندہ ومعتقد حضرت سلطان المشائخ می دیدند، مجال دم زدن نبود۔ چون دیگے سرپوشیدہ می جوشیدند، ودر بند این می بودند، مگر پادشاہے درین باب محضرے کند تا جراحت حسد را بہ نوک زبان بتراوند......

الغرض در عہد سلطان علاء الدین وقطب الدین علیہما الرحمہ اندیشۂ ایشان کار نیامد، وباز نخواندہ چون تخت سلطنت بہ غیاث الدین تغلق انار اللہ برہانہ رسید، شیخ زادہ حسام الدین فرجام کہ تا بہ غریبی در خانۂ سلطان المشائخ کشادہ بود وبانواع تربیت وشفقت سلطان المشائخ پرورش یافتہ

واورا از جہت آنکہ سر شہرت داشت بسیار مجاہدہ ہا وبلاہا کشید چون در وشوق وذوق عشق ننہادہ بودند، میسر نمی شد، بدین بہانہ خواست کہ خود را مشہور کند بجہت غوغائے محضر اورا پیدا کردند......

قاضی جلال الدین لوالجی نائب حاکم مملکت در تعصب اہل عشق مشہور بود، ودانشمندان دیگر شیخ زادہ حسام را انگیختند وپیشوائے خود ساختند تا پیش بادشاہ باز نماید، کہ شیخ نظام الدین محمد مقتدائے عہد است، سماع کہ در مذہب امام اعظم اعظم حرام است می شنود وچندین ہزار خلق درین کار کہ در شرع ممنوع است متابعت او می کنند۔ شیخ زادۂ مذکور قریبے پیش سلطان ہم یافتہ بود این سخن بسمع سلطان رسانید ؂ [له]

مباحثہ ہوا، اور فتح حضرت سلطان المشائخ کے ہاتھ رہی۔ بادشاہ کو مجبوراً سکوت اختیار کرنا پڑا، اور شیخ کو ظاہری اعزاز وتکریم کے ساتھ رخصت کیا۔ لیکن دل سے کدورت نہ گئی چندروز کے بعد مہم بنگالہ پیش آئی، وہان سے پیام بھیجا کہ عنقریب دلّی واپس پہنچتا ہون، میری واپسی تک دلّی خالی کردین۔ ورنہ انجام بہتر نہ ہوگا۔ محبوب الٰہیؒ بہت ضبط وصبر سے کام لے چکے تھے، اس وقت غیرت حق کو حرکت ہوئی، آپ کی زبان سے بیساختہ نکلا کہ

"ہنوز دلّی دور است"

بادشاہ جنگ مین مظفر ومنصور ہوکر فاتحانہ جذبات کے ساتھ کوچ کرتا ہوا دلّی واپس آرہا تھا۔ سارا شہر استقبال کیلئے آراستہ ہوا، اور ولیعہد نے پایۂ تخت سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک عارضی محل تعمیر کرایا۔ کہ یہان دم لیکر بادشاہ غازی، شہر مین داخل ہو۔ بادشاہ نے یہان پہنچ کر آرام کیا، اور مختصر قیام کرکے کوچ کا حکم دیا۔ امرا وارکان دولت عجلت کے ساتھ اپنی اپنی سواریون کی جانب متوجہ ہوتے ہین، خود بادشاہ طعام خاصہ سے فراغت کرکے ہاتھ دہو رہا ہے، کہ دفعتہً قہر الٰہی کی بجلی گرتی ہے، قصر منہدم ہوتا ہی، اور بادشاہ چشم زدن مین مع پانچ یا چھ رفیقون کے پیوند خاک ہوجاتا ہی۔ عام خلقت

[له] سیر الاولیا بابر خورد دہلوی ص ۵۲۰ و ۵۲۶ مطبوعہ دہلی

کے قلوب اس عبرت ناک واقعہ سے سخت متاثر ہوتے ہیں، اور "ہنوز دلی دور است" کا الہامی فقرہ اسی وقت سے زبان زد عام ہو جاتا ہے۔ فرشتہ کا بیان ہے:-

"پادشاہ غیاث الدین تغلق شاہ اگرچہ بہ حسب ظاہر بہ شیخ ہیچ نمی گفت، و معارض احوال شیخ نمی شد، لیکن ہمچنان رنجش خاطر داشت۔ وقتیکہ از بنگالہ عازم مراجعت بود، بہ شیخ پیغام فرستاد کہ تا آمدن من بہ دہلی نہ باید بود، و بعد ازین از غیاث پور بیرون رود۔ شیخ درآن وقت رنجور بودہ، جواب داد کہ ہنوز دہلی دور است۔ و آخر چنان شد، چہ کہ بہ دہلی نرسیدہ، کہ قصر تغلق آباد بر سرش فرود آمدہ ہلاک شد۔ . . . و ہنوز لفظ دہلی دور است میان اہل ہند مثل مشہور است۔"[1]

ملا ضیاء الدین برنی، جو عہد فیروز شاہ تغلق کے مستند مورخ ہیں، اور جنہیں سلطان غیاث الدین تغلق کے ساتھ انتہائی عقیدت تھی، اس حادثہ کو غایت حزن والم کے ساتھ اپنی تاریخ میں درج کرتے ہیں، اور اس کے بالکل غیر متوقع ہونے کی بنا پر اس سے عبرت و بے ثباتی عالم سے متعلق نتائج نکالتے ہیں:-

"دران معرض کہ سلطان تغلق شاہ مایدہ خاص پیش طلبید، و طعام خرچ شد، و ملوک و امراء دست شستن بیرون آمدند، صاعقہ بلائے آسمانی بر زمینیان نازل شد، و سقف صفہ کہ سلطان تغلق شاہ در زیر آن نشستہ بود، یکبارگی بر سلطان افتاد، و سلطان با پنج و شش نفر دیگر زیر سقف آمد و بجوار رحمت حق پیوست، آنچنان عالم کشائے و جہانگیرے کہ در جہان نمی گنجید، در چہار گز گور مدفون گشت . . . . ہمین عبرت عالمیان را کافی ست کہ بادشاہ اقلیم ہند را فتح کردہ و مظفر و منصور در عمارات دار الملک خود رسیدہ و روے اہل بیت خود دیدن نیافت۔ از تخت گاہ سروری در شکم خاک مسکن و ماوی ساخت۔"[2]

[1] تاریخ فرشتہ، جلد ۲، مقالہ دوازدہم۔ ذکر حضرت نظام الدین اولیا۔ [2] تاریخ فیروز شاہی، ضیاء برنی، ص ۴۵۲ و ۴۵۳، مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ)

ملا عبدالقادر بدایونی، جو عہد اکبری کے مشہور مورخ ہوئے ہیں، ان واقعات پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:-

"مردم چون دانستہ بودند، کہ سلطان بہ سرعت سوار می شود، دست ناشستہ ازان خانہ برآمدند، و سلطان بہ تقریب دست شستن ازان خانہ برنیامد تا دست از حیات شست، و قصر بر سر او افتاد . . . . و در میان اہل ہند مشہور است کہ سلطان غیاث الدین تغلق با سلطان المشائخ چون سو مزاج داشت از راہ کمفوقی پیغام پیش شیخ فرستاد کہ بعد ازان کہ من بہ دہلی رسم با شیخ آنجا باشد یا من۔ شیخ فرمود، ہنوز دہلی دور است، و این سخن ازان روز ضرب المثل گشتہ شہرت یافت۔"[1]

عہد اکبری کے ایک دوسرے وقایع نگار ملا نظام الدین احمد ہروی ان الفاظ میں ان واقعات کو ثبت تاریخ فرماتے ہیں:-

"سلطان تغلق شاہ، بہ جماعت کہ باستقبال او آمدہ بودند، درآن قصر نشست، و مائدہ نعمل کشیدند، چون طعام برداشتند، مردم دانستند، کہ سلطان بہ سرعت سوار خواہد شد، دستہا ناشستہ برآمدند، سلطان بہ تقریب دست شستن آنجا ماند، در اثنائے این حال سقف خانہ افتاد، و سلطان در تہ آن بہ جوار رحمت حق پیوست . . . . و مشہور است کہ چون سلطان تغلق از خدمت شیخ نظام الدین اولیا رنجیدہ بود، بہ شیخ پیغام نمود۔ کہ چون من بہ دہلی برسم، شیخ از شہر بدر رود۔ شیخ گفت، ہنوز دہلی دور است۔ و این لفظ درمیان اہل ہند مثل شدہ است۔"[2]

فرشتہ نے ایک اور مقام پر بھی ان حوادث کا تذکرہ کیا ہے:-

"سلطان با جماعتے کہ بہ استقبال آمدہ بودند، درآن قصر نشستہ بہ خوردن مائدہ مشغول شدند، چون سفرہ برداشتند و مردم دانستند، کہ بادشاہ ہمین دم سوار خواہد شد، دستہا ناشستہ برآمدند . . . .

[1] منتخب التواریخ، عبدالقادر بدایونی، جلد ا، ص ۲۲۵، مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ)

[2] طبقات اکبری، نظام الدین احمد ہروی، جلد ا، ص ۱۹۹۔ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ)

دران اثنا سقف خانہ افتاد و پادشاہ باپنج نفر در تہ آن بجوار رحمت حق پیوستند ۔۔۔ وحاجی محمد قندہاری در تاریخ خویش نوشتہ کہ دران ساعت کہ سلطان بدست شستن مشغول بود، صاعقہ از آسمان نازل شد و سقف شگافتہ برسرش ریخت، واین روایت بر تقدیر وقوع بصحت اقرب می نماید۔" (تاریخ فرشتہ، جلد ۱، مقالہ دوم، ذکر سلطان غیاث الدین)

بیانات بالا سے ظاہر ہے، کہ اگرچہ بعض جزئیات مین مورخین کے درمیان اختلاف ہے، بعض کا بیان ہے کہ دفعۃً چھت گر پڑی بعض کی روایت ہے کہ آسمان سے یکایک بجلی گری، تاہم اتنے جزو پر سب کو اتفاق ہے

(۱) بادشاہ کی موت عام طبعی اسباب سے نہین، بلکہ بالکل غیر متوقع طور پر کسی ناگہانی سبب سے واقع ہوئی اور

(۲) عام خلقت اسے سلطان المشائخ کے الہامی فقرہ کی تصدیق سمجھی، چنانچہ

(۳) یہ فقرہ اسی وقت سے ضرب المثل ہوگیا۔

بعض "روشن خیال" مورخین نے قصر شاہی کے گرنے کی عقلی توجیہات کی ہین، لیکن اول تو انکی حیثیت بھی ان کے قیاسات سے کسی طرح زائد نہین، اور پھر بالفرض انھین صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے، تاہم نفس واقعہ کے غیر معمولی و غیر متوقع ہونے پر اسکا کوئی اثر نہین پڑتا، کرامات اولیا تو الگ رہین، محققین کے نزدیک معجزات انبیا کے لئے بھی یہ شرط صحیح نہین، کہ انکا صدور قطعاً ہر قسم کے اسباب و علل سے ماورا ہو، بلکہ صرف اتنا کافی ہے، کہ واقعہ معمول عام سے ہٹا ہوا ہو، عام طبعی اسباب اسکی تشریح نہ کرسکین، اور صدور کے وقت اس کے اسباب و علل انسانی دسترس سے باہر ہون، چنانچہ یہ شرائط اس واقعہ مین موجود تھے، اور معاصرین نے اس کو اسی حیثیت سے دیکھا، اور اسی معنی (اسپرٹ) مین قبول کیا۔

پھر اگر یہ بھی مان لیا جائے، کہ جمہور کا عقیدہ اس بارہ مین غلط تھا، تو بھی عقیدہ کے خطا و صواب سے یہان کوئی بحث نہین۔ اتنا بہرحال مسلم ہے، کہ جمہور معاصرین کے قلوب اس واقعہ سے متاثر ہوئے، وہ اسے "ہنوز دہلی دور است" کی عملی تصدیق سمجھے، اور اسی وقت سے اس فقرہ کو بکثرت بولنے لگے۔

موجودہ تعلیم کے نقائص پر ایک نظر

از

جناب محمد ضیاء الدین صاحب، متعلم شانتی نکیتان،

کسی قوم کے افراد کی مجموعی کیفیت نفسی، اس قوم کی طبیعت و مزاج کہلاتی ہے، اور اقوام بوجہ اختلاف حالات ایک دوسرے سے مزاج و طبیعت مین مختلف ہوتی ہین، انکی حیات اجتماعی کی بنیاد اسی مزاج پر ہے اور اسکی زندگی و موت پر قوم کی حیات و موت کا مدار، یہی مزاج ان کے آئینۂ تہذیب مین صورت پذیر ہوتا ہے۔ اور یہی عام کیفیت نفسی ان کے تمدن مین ظاہر ہوتی ہے۔ حیات اجتماعی کی ترقی و تنزل پر قوم کی ترقی و تنزل منحصر ہے۔ یہ نپولین نہ تھا جس نے فرانس کو آزادی دلائی بلکہ اہل فرانس کا عام احساس آزادی تھا جس نے نپولین پیدا کیا۔ اگر آج ہندوستان اپنی زیست غلامی کو محسوس کرے کل آزادی کی سب راہین اس کے لئے کھلی ہین۔

اس مزاج قومی کی ساخت مین غالب حصہ جز، تعلیم کا ہوتا ہے۔ جذبات انسانی کو عارضی طور پر دبا دینے مین یہ تعلیم اکثر کامیاب ہو جاتی ہے، مثلاً یہ موجودہ تعلیم ہی کے باعث ہے کہ ہم ہندوستانیون کے جذبات آزادی اور عقائد روحانی دبے ہوئے ہین۔ تعلیم اس زمین کے اجزا مہیا کرتی ہے۔ جس سے، درخت قومی کی جڑین اپنی غذا حاصل کرتی ہین جب کہ تمدن مزاج قومی سے وہی تعلق رکھتا ہے۔ جو مقامی آب و ہوا اپنی نباتات کی نشو و نما سے واسطہ رکھتی ہے، تعلیم و تمدن یہی دو عنصر ایسے معلوم ہوتے ہین جو مزاج قومی کی ترکیب مین زیادہ مستعمل ہوتے ہین۔ لیکن عنصر تعلیم سیاست اہم اور کہین زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ یہ قوم کی عام حالت علمی ہے جو اس کے عام اخلاق و اطوار، اس کی

تہذیب وتمدن اور ترقی وتنزل کی ذمہ دار ہے۔

حکومت نے تعلیم کی اہمیت کو محسوس کیا، اور نہایت دانشمندی سے آتے ہی نظام تعلیم کو چارون طرف وسعت دی، خاص خاص مقاصد ومطالب مدنظر رکھتے ہوئے قلب قومی کی تربیت شروع کی اور ہم دیکھتے ہین کہ ایک ہی صدی کے اندر اندر وہ اپنے مقصد یعنی مفید انسانون کی بار برداری کے قلی پیدا کرنے مین کامیاب ہوگئی، طلبا کالجون سے نکلتے ہی پولیس انسپکٹر، وکیل آفس کلارک، مجسٹریٹ، پوسٹ ماسٹر اور ڈپٹی کلکٹرون کی مختلف صورتون مین نمودار ہونے لگے۔

اس تعلیم کا مدار حفاظت نفس پر نہین رکھا گیا، جو یورپ کے فلسفیون نے قرار دیا تھا۔ بلکہ مقصد اس کا نفس حکومت کی حفاظت ٹھہرایا، اگرچہ عام طور پر یہ راز معلوم نہ ہو لیکن کسی شی کے نتائج سے اس کے مقصد اصلی تک پہنچنا مشکل نہین۔

بجائے اس کے کہ مقصد تعلیم، حق شناسی اور قوائے فطرتی کا نشو ونما ہوتا۔ اس کا منشائے اولین زبان انگریزی قرار دیا گیا۔ اس کی تحصیل اشد ضروری ٹھہرائی گئی۔ اور اگر یہ نہین تو ہندوستانی کے لئے کوئی تعلیم نہین۔ یونیورسٹیون کا مقصد ملک کی تعلیم نہ تھا، بلکہ وہ شی تھی جو غیر ملکی نظام حکومت سے تعلق رکھتی ہو۔ وگرنہ ہندوستان ایسا جاہل بنجر ملک نہ تھا، کہ اس مین علمی کاشت کے لئے نہ صرف علم کا بیج، طرز کاشت (یعنی طرز تعلیم) بلکہ زمین کے لئے مٹی یعنی ساری زبان کی زبان ہی سات سمندر پار انگلستان سے منگوانا پڑتی۔ ہندوستانیون کی ترقی مین ان کی مادری زبانین حائل ہو گئین اور ان کا طریق زندگی ہی ان کی رکاوٹ کا باعث۔

زبان دل سے وہی تعلق رکھتی ہے جو آئینہ مین منعکس شدہ شکل، بیت خود آرا کے حسین چہرے سے تعلق رکھتی ہو۔ زبان اہل زبان کے دلون کی صورت علمی کا عکس ہوتا ہے، قوم کی علمی ترقی پر زبان کی ترقی منحصر ہے۔ یہ وہ قدرتی طریقہ اظہار ہے جو سینکڑون صدیون سے اہل ملک کے ساتھ

ساتھ ترقی وتنزل افلاس وفارغ البالی غم وخوشی کے جھگڑون سے گذرتا ہوا موجودہ شکل وصورت مین پہنچا تھا۔ تعلیم مین اس زبان ملکی کی جگہ غیر ملکی زبان کو واسطہ تعلیم قرار دینا، دیدہ ودانستہ اس قوم کی قومیت کو فنا کرنا ہے۔ اور یہ غیر قدرتی فعل اس قوم کے قوائے عقلیہ اور اس کے تمام دماغ قوی کے خلل وبربادی کا باعث ہوتا ہے۔

زبان انسان کے دل سے تعلق رکھتی ہے، اور ہم ہندوستان مین کبھی اپنے دل جیسی شی کے مالک تھے، وہ زندہ تھا، سوچتا تھا، احساس کرتا تھا۔ اور اپنا اظہار کرتا تھا، دوسرون کا علم قبول، اور خود جدت واجتہاد کرتا تھا، "ایسا قلب" ڈاکٹر ٹیگور لکھتے ہین "اثنائے تعلیم مین کچھ کارآمد ہو سکتا تھا؟ ہمارے صیغہ تعلیم کی نظرون مین نہ آسکا۔ ہم وہ دل رکھتے تھے جس نے غور عمیق اور اپنے اندر گہرا احساس پیدا کیا تھا۔ اس نے اپنی قوت کے مطابق مسائل موجودات کے حل کرنے کی کوشش کی تھی۔ ہندوستانیون کی تعلیم کا مقصد، اسی قلب کو تلاش حقیقت اور جہان بھی وہ حقیقت صادقہ ہو اسے اپنا بنا لینے مین مدد دینا تھا، اور پھر اس کا علانیہ اظہار کرنے مین حوصلہ افزائی کرتا تھا، ہندوستانی دماغ دنیا کی سب قومون سے زیادہ فلسفی وعلمی قابلیت رکھتا تھا، اس کا مقابلہ نہ یونانی کر سکے نہ کوئی دوسری قوم۔ لیکن ان یونیورسٹیون نے ہمین از سر نو پڑھانا شروع کیا۔ گویا دنیا کی درسگاہ مین ہندوستان نے اس سے پہلے کبھی کوئی سبق نہین پڑھا تھا، اور تعلیم بھی دی تو وہ جسے نہ علم سے کچھ سروکار اور نہ بچارے ہندوستانی کی زندگی سے۔

انسان کا دل آغاز انسانیت سے ارتقاء وتغیر کے راستے طے کرتا ہوا، ایک خاص مقام تک پہنچا تھا۔ اہل مشرق بھی ایک خاص راستہ پر اپنی منزل مقصود کی طرف گام زن تھے، کہ ہر شے اپنے مقصد اصلی کی طرف جادہ پیما ہے۔ اور یہ تو معلوم ہے کہ رجحان اس کا اہل یورپ کے میلان طبیعت کے عین مخالف تھا، اور خاص کر ہندوستان کا منتہائے کمال، اہل یورپ

کے فلسفۂ زندگی کے عین برعکس لیکن موجودہ نظام تعلیم مین اس قلب کی خاصیت مزاج، اس کی روح اس کے رجحان، اوراس کے مقام علمی کو جو بے شمار صدیون کے تجربہ وتحقیق کے بعد حاصل ہوا تھا، نظر انداز کردیا گیا، اوراس بات کی مطلق پروانہ کی گئی کہ یہ تعلیم جس کا مقصد اہل مشرق کے مذاہب وفلسفہ کے عین متضاد ہے، ایک ایسی علمی واخلاقی تباہی کا خوف دلاتی ہے کہ جس کے نتائج نہ فقط حکومت ہی کے لئے باعث شرم ہونگے بلکہ تمام دنیا کے لئے وجہ نقصان۔

ہر قوم کی شخصیت کی بنیادین اس کے علوم وفنون، اس کے تمدن اوراس کے مزاج مین ہوتی ہین۔ یہی چیزین قومی درخت کی جڑین ہین، اگران کو صحیح غذا نہ ملے ان کی ترقی اور نمو برابر جاری نہ رہے تواس درخت کا سوکھ کر مرجانا یقینی ہے۔ کسی قوم یا ملک کواس کی ملکیت علمی، اس کی تہذیب اوراس کے فنون سے محروم کرنا جواس کی ذاتی جدت طبع اور تخیل کا نتیجہ ہون، اور جو صدیون کی متفقہ محنت، غور وفکر کے ثمرات ہون، ان کی درس گاہون سے یکقلم اڑادینا اس قوم کو جڑون سے اکھیڑ دینے کا تہیہ ہے۔

ڈاکٹر ٹیگور کہتے ہین کہ ہندوستان کے طول وعرض مین ایک بھی یونیورسٹی تو ایسی نہین جو کسی ملکی یا غیر ملکی طالب العلم کو ہندوستان کے مزرعۂ قلبی کی بہترین پیداوار سے بہرہ ور ہونے مین مدد دے سکتی ہو۔ اس کے لئے ہمین فرانس اور جرمن کے دروازے کھٹکھٹانے پڑتے ہین۔

اس وقت تمام ہندوستان مین ہندوستان ہی کی تاریخ قدیم کا ایک بھی عالم ایسا نہین جو پروفیسر سلوان لیوی (فرانس) کا مقابلہ کرسکتا ہو، ہندوستانی تاریخ دان اس کے سامنے طفلان مکتب کی حیثیت رکھتے ہین۔

جب یونیورسٹیون نے ہندوستان کو گونگا سمجھا اور زبان انگلستان سے اس کے لئے اپنے ساتھ لائین، تو یہ امید رکھنا کہ وہ ہندوستانی قوم کو ایک ایسی قوم سمجھتے جو موسیقار ہو، ناممکن تھا۔ یونیورسٹیون نے ہندوستانی موسیقی کواس طرح ٹھکرادیا جیسے وہ قلب انسانی سے کچھ تعلق رکھنے والی شے ہی نہ تھی، اس کو نصاب تعلیم مین ناجائز سمجھا گیا، لیکن ایک گانے کو مستثنی کرنا پڑیگا یعنی RULE BRATANICA اور GOD SAVE THE KING۔ موسیقی دنیا کے اعلی ترین فنون مین ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ بغیراس کے قوم گونگی ہے، اور یہ قوم کی دولت ہے، یہ دوسرے فنون کی طرح ترقی پذیر ہے اور قلب قومی کے ساتھ ترقی کرتا ہے چونکہ تاجرون کے آفسون مین اُسے جگہ حاصل نہین اس لئے یونیورسٹیون مین بھی اس کی ضرورت نہ تھی۔

یونیورسٹیان قائم کردی گئین، جو ترویج علم کے پردے مین، سروس اور نوکری کی سندین عطا کرنے لگین، جن کو نفس تعلیم سے کچھ تعلق ہی نہ تھا، طلبا، کا امتحانون کے چکر سے، کاغذات سند لئے نکلنا اس لئے نہ تھا کہ وہ علم حاصل کرچکے ہین، وگرنہ ڈگری جیسی بیہودہ اور لایعنی شی دنیا مین کوئی نہین، اگر ٹیگور اس ڈگری یافتہ جماعت کو جنہین عموماً تعلیم یافتہ کہا جاتا ہے "سند یافتہ امیدوارون کا گروہ" کہین تواس مین شک ہی کیا ہے!

اس تعلیم کی قدر وقیمت ضرورت ملکی اور اقتضائے سیاسی پر منحصر ہے، نہ انسان کے اپنے معیار صداقت پر، اس تعلیم کو ضرورت کے لحاظ سے حاصل کیا جاتا ہے، نہ بلحاظ صحت وصداقت۔ اور جب مقصد تعلیم کامیابی ہو، تو وہ تعلیمی بے ایمانی اور جیسا ٹیگور کہینگے "صداقت سے بے وفائی" کے بغیر ممکن نہین۔

اگر ہماری تعلیم کیلئے عالیشان عمارتون کی ضرورت ہوتی تو قدیم اہل علم تاج کی سی خوبصورت اور محلات شاہی کی سی عظیم الشان یونیورسٹیان قائم کرتے۔ لیکن یہ مردہ عمارتین دل زندہ سے کچھ مناسبت نہ رکھتی تھین۔ تعلیم، تربیت قلب ودماغ کا نام ہے، جس طریقہ سے یہ کام انجام دیا جاسکتا تھا اس کا نمونہ ہم گذشتہ زمانہ مین قائم کرچکے تھے، انہین گذشتہ یونیورسٹیون کو ترقی دینا موجودہ نظام تعلیم کا کام تھا۔

ترقی اس قدرتی ارتقاء کا نام ہی جس مین عمل تبدل تو ضرور واقع ہوتا ہی لیکن اس عمل مین گذشتہ سے وابستگی بھی ویسی ہی ضرور اور لازمی ہی اگر اثنائے ترقی مین یہ تعلق منقطع ہو جائے تو وہ ترقی نہین جو نتیج ہوگی، بلکہ تباہی و بربادی ہی،

لیکن حکومت نے چاہا کہ یورپین ترقی کو ہندوستان مین منتقل کر دیا جائے، چنانچہ اس نے اپنی یونیورسٹیون کے نمونون کو ریل گاڑی اور جوٹ ملون کی طرح ہندوستان مین سب طرف جاری کر دیا، وسیع و رفیع عمارات مع تمام ضروری فرنیچر اور انگریز پرنسپلون کے ہندوستان کیلئے مہیا کر دی گئین، لیکن معلوم نہ تھا کہ ترقی مین نقل مکانی ممکن نہین، وہ تو نشو و ارتقائے قدرتی کا نام ہے۔ لڑکا اپنا پیدا ہونے ہی سے اپنا ہو سکتا ہی کسی بیگانہ جوان کو اپنا فرزند حقیقی نہین بنا سکتے۔

یہ یونیورسٹیان ایک غیر ضروری اور مصنوعی طریقہ تعلیم مین جنہین ہندوستان جیسے قدرت پرست ملک مین رائج کرنا سخت غلطی تھی۔ لیکن ہندوستانیون کا بھی اس مین قصور ہے کہ وہ ان کی عظمت ظاہری، کثرت معلمین اور ڈگریون کی دھوم دھام مین ایسے محو ہوئے کہ نفس تعلیم ہی کو یونیورسٹی کے اندر بھول گئے، اور چونکہ تمدن نے اس تعلیم کو کامیابی کی صورت مین پیش کیا، وہ اس کے نقائص کے سمجھنے سے قاصر رہے۔

ڈاکٹر ٹیگور نے بنگلہ زبان مین ایک چھوٹا سا قصہ "طوطا کہانی" لکھا ہے، جس مین وہ طوطے کی تعلیم کے پردے مین ملکی تعلیم کا نقشہ کھینچتے ہین۔ "راجہ طوطے کی تعلیم کا حکم دیتا ہی، پروفیسر ایک جلسہ کر کے یہ رائے پاس کرتے ہین کہ چھوٹے سے گھونسلے مین بڑا علم سما نہین سکتا۔ چنانچہ سونے کا ایک بہت بڑا قفس تیار کیا جاتا ہی۔ سنار ریلون پر لاد کر انعام و اکرام لیجاتا ہے، اور اس کا گھر بار سب بفراغت زندگی بسر کرنے لگ جاتے ہین۔ کتابون کی نقلین کروا کر انبار لگا دیا جاتا ہے اور نظام تعلیم کی دھوم دھام، اساتذہ کی بھیڑ بھاڑ، تعلیم کی شان و شوکت کو آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہی۔ تماشائی

آتے ہین اور واہ واہ کرتے ہین، "پرندے کی قسمت! قفس تو ہوا"، لوگ تعلیم پر نکتہ چینیان کرنے لگتے ہین، کوئی کہتا ہی "تعلیم ہو نہ ہو قفس تو ہوا"، دوسرا کہتا ہی "قفس تو ہوا تعلیم بھی ہوئی یا نہین"۔ بادشاہ کے کانون تک یہ خبرین پہنچتی ہین، طوطا منگوایا جاتا ہی، وہ نہ بولتا ہے، نہ کودتا ہے بادشاہ اسے ہاتھ مین لیکر دباتا ہی، پیٹ مین سے کھس کھس آواز نکلتی ہے۔ قدرتی غذا نہ ملنے اور بندشون کی وجہ سے طوطا مر جاتا ہے، ......

باوجود ان تمام غیر ضروری اخراجات کے جب تعلیم کے عام اور جبری ہونیکی درخواست کی گئی، تو مصارف کا مطالبہ ہوا، جب تمام ملک کی آمدنی کا قریباً نصف حصہ یعنی چالیس یا پینتالیس فیصدی فوجی اخراجات پر صرف کیا جاتا تھا، اور فقط تین فیصدی صیغہ تعلیم پر، اور جس کا حصہ کثیر شاید آدھے سے کہین زیادہ پرنسپلون پر، فرنیچر پر، اور معمولی اور دوسرے درجہ کے معلومات، کے کتبخانون پر صرف ہوتا تھا، غریب ہندوستانی کو ان تمام چیزون کی جن کا مجموعی نام یونیورسٹی ہی ضرورت نہین،

ہندوستانی صداقت پرست ہی وہ صحت و خوبی کا عاشق ہے، ہندو ہو یا مسلمان یہ ایشیا کا خاصہ ہے، اور یہ وہ شی ہے جو یورپ مین نہ اب ہے نہ کبھی تھی۔ اہل یورپ ظاہر پرست اور پر غرور ہین، ان کی تہذیب سے تصنع اور خواہ مخواہ کی ظاہر پرستی ٹپکتی ہے۔

ہندوستانی تعلیم کے لئے فقط اس معلم کی ضرورت تھی، جو حقیقت مشرق کا راز دان ہو، مغربی جاہل کی ضرورت نہ تھی۔ اس کے یہ معنی نہین کہ ہم علوم مغربی کی ضرورت نہین سمجھتے، نہین ہرگز نہین۔ لیکن ہم اپنے علوم حقہ کے عوض مغرب سے کچھ خریدنا نہین چاہتے۔ اور شاید پہلا کام جو گورنمنٹ نے کیا اور جس مین شاید وہ سب سے زیادہ کامیاب رہی، گو وہ کامیابی عارضی ہو، ہندوستانیون کے دلون سے مذہبی روح کا اڑانا تھا۔ اس کام مین تمدن مغربی نے دوش بدوش حصہ لیا۔ اور اس تعلیم نے ہماری بنیادین اکھیڑنے کی کوشش کی۔

ان یونیورسٹیون نے ہندوستان کو خالی اور بے بضاعت ظاہر کیا، انھون نے ہندوستان کی علمیت کی نمایندگی نہ کی، ان کی تعلیم کی قدر وقیمت سیاسی اور ملکی ضرورت حاضرہ پر منحصر ہے، ہندوستان مین ایک بھی یونیورسٹی ایسی نہین جو ہندوستان کے علوم وفنون اس کی تاریخ وغیرہ کو پیش کرسکتی ہو، ٹیگور کے ریمارک نہایت دل آسگاف ہوا کرتے ہین، لکھتے ہین کہ "یہ یونیورسٹیان کاسہ گدائی ہین جکھول ہین، جن سے ہندوستانی علم کی بھیک مانگتے ہین۔ یہ یونیورسٹیان ہماری عقلی خود داری کی توہین کرتی ہین، وہ ہمین سکھاتی ہین کہ مانگ لینا ہمارا کام ہے، پیدا کرنا ہمارا کام نہین۔ مانگے ہوئے پردون کی زیب وزینت کی احمقانہ نمائش کرنا، وہ ہمین سکھاتی ہین، انسان کی عقل کو اپنے کمال پر فخر ہے، لیکن جب یہ فخر ووقار غیر عقلی اور مادی فوائد کی اہمیت مین دب جاتا ہی تو ایک عقلی انسان کیلئے سخت ذلت کا باعث ہی، لیکن ٹیگور لکھتے ہین کہ ہماری تعلیم ہی اس ذلت کو برداشت کراتی ہے، علم کا احساس ہمارے دلون سے انھون نے اڑا دیا، پانچ فیصدی طلبہ بھی ایسے نہ ملینگے جنھین اپنے مضامین سے وہی تعلق ہو جو علم کو انسان کے دل سے ہوتا ہے۔ زندہ دل تعلیمی مشینون نے مردہ کر دیے اس دعوے کی یہ دلیل ہے کہ زندہ دل کا کام علم پیدا کرنا ہی، دل ایک سمندر ہی علم کا۔ اور تعلیم کا کام اس علم کو باہر نکالنا ہی جس قدر دل تعلیم باہر سے حاصل کرتا ہے، اس سے کہین زیادہ وہ اپنے اندر سے پیدا کرتا ہے، دنیا کی بڑی بڑی تصانیف پڑھی نہ گئی تھین بلکہ لکھی گئی تھین۔ اہل دل نے انھین لکھا تھا، اب دیکھنا یہ ہی کہ ہندوستان نے اس سے کچھ زیادہ دیا کہ جس قدر اس نے ان یونیورسٹیون سے حاصل کیا تھا، زیادہ کیا معنی، وہ اتنا بھی نہ دے سکا کہ جتنا اس نے لیا تھا، یہ قلب کی ایک مردہ صورت ہی۔ وہ تعلیم جو پیدائش علم کا باعث نہو تعلیم نہین،

صیغۂ تعلیم نے علم کا منبع مغرب کو قرار دیا، اور تمدن نے مغرب کی تقلید سکھائی معیار صداقت خوبی حقیقت نہ رہی بلکہ تہذیب مغربی یورپ کی تہذیب کا مرکز سرزمین ہندوستان سے بہت دور ہی، اور ہندوستانیون

کی زندگی یورپ کی تہذیب سے کوئی تعلق نہین رکھتی۔ یورپین تہذیب کبھی ہندوستانی تہذیب نہین ہوسکتی لیکن موجودہ زمانہ مین اسکی امید کیجاتی ہی۔ اور یہ ناممکن ہی، ٹیگور کہتے ہین کہ اگر ہم یورپ کو اپنی روشنی کا سرچشمہ قرار دین تو یہ کسی ستارہ کے طلوع پر جو کسی دور دراز کے آسمان کا سورج ہو صبح کی امید کرنا ہی۔ وہ ستارہ ہمین کچھ روشنی دے سکتا ہی روز روشن نہین، وہ ستارہ ہمین جان وزندگی، رنگ وصورت نہین دیسکتا، وہ ہمارے اپنے ہی آفتاب کا کام ہی۔ یورپ کی تہذیب اپنے زمانۂ طفولیت سے گذر کر بلوغ تک پہنچی ہی۔ وہ قدرتی ارتقائی عمل کا نتیجہ ہی، وہ ان کی روح ہی، وہ ان کی زندگی مین ساری ہی، وہ انھین سے مخصوص ہے۔ لیکن یورپ کی تہذیب کا درخت اکھاڑ کر ہندوستان کی آب وہوا مین لگانا حماقت ہی۔

اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ٹیگور مغربی علوم، سائنس اور نئے فنون کی ضرورت اہل مشرق کے لئے محسوس نہین کرتے، نہین ایسا نہین ہی، وہ تو کہتے ہین کہ ہمارے اپنے علوم وفنون کی جلا کیلئے مغربی سائنس کی ضرورت ہی، لیکن وہ اس مصنوعی نظام تعلیم کے سخت مخالف ہین، کہ جس کا مقصد ہمارے قلب قوی کے ارت کو غیر ملکی تعلیم کے مواد سے بھر دینا ہی، ٹیگور مغربی علوم کے حامی ہین (اور اس بات مین مہاتما جی کے مخالف) وہ انھین حقیقت کا دوسرا رخ سمجھتے ہین لیکن وہ کہتے ہین کہ مغربی علوم ہماری غذا ہونے چاہئین نہ گردن کا بوجھ، یونیورسٹی مین مضامین کی زیادتی ان کے نزدیک بیل کی پیٹھ کے بوجھ مین اضافہ ہی، جو اُسے بازار مین لیجا رہی، نہ اس کی آسانی وسہولیت کی وجہ،

ان تمام خرابیون کو دیکھتے ہوئے جنکا مین نے مختصراً تذکرہ کیا، ہندوستان مین مختلف شخصون نے مختلف مقامات پر درسگاہین جاری کین۔ ڈاکٹر ٹیگور کا شانتی نکیتان (دارالامن) ان تمام درسگاہون مین ایک ممتاز ومنفرد حیثیت رکھتا ہی۔ میرا مقصد اسی شانتی نکیتان یونیورسٹی کے مقصد اور نصب العین کو پیش کرنا تھا لیکن موجودہ یونیورسٹیون کے نقائص پر نظر ڈالنا اس لئے ضروری ہوا کہ تعرف الاشیاء باضدادھا۔

منتخبات

اجنتہ کی تصویر

جناب مولوی سید علی اصغر صاحب بلگرامی ناظم آثار قدیمہ، سرکار عالی، حیدر آباد دکن

ذیل کا مضمون، دکن کے مشہور سنگی اثر قدیم اجنتہ کی تصویرون کے متعلق، موسیو اکیل یارل (Axel Jarl) کے ناقدانہ خیالات کا ترجمہ ہے موسیو یارل کا شمار بالغ نظر ولندیزی مصورین مین ہے، اور مشہور عالم تصاویر اجنتہ کے متعلق ان کی رائے بحیثیت ماہر فن خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔

غارہا کے اجنتہ کی قلمی تصاویر سے ہندوستان کے اعلی درجہ کی فن تصویر کا حال منکشف ہوتا ہی اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کا حقیقی فن تصویر کس معراج کمال پر پہنچ گیا تھا، ہندوستانی مصورین ان کے مطالعہ سے ہدایت و بصیرت بھی حاصل کرسکتے ہین۔

یہ تصاویر مختلف الازمنہ اور مختلف النوع ہونے کے علاوہ صنائع و بدائع فن کے لحاظ سے مختلف مدارج مین تقسیم کیجاسکتی ہین لیکن اس مختصر مضمون مین صرف ان مرقعون کی کیفیت پر اکتفا کیا گیا ہی جو بہترین کہلانے کے مستحق اور ذرہ درست حالت مین ہین (خصوصاً تصاویر غار ہائے نمبر ۱ و ۲ و ۱۶ و ۱۷) اور غارون مین تصاویر کی حالت نہایت ردی ہے۔

ان تصاویر مین رنگ گہرا اور صاف استعمال کیا گیا ہی اور بہ ہیئت مجموعی رنگ مین اسی قسم کے قرون وسطی کے مصری سرادیب، پامپیائی کے مکانات، اور اطالوی کلیساؤن کی تصاویر سے زیادہ خوشنمائی پائی جاتی ہی۔ یہ بھی بعید نہین ہی کہ اجنتہ کی سنگی دیوارون پر مرور ایام نے اپنے قدرتی رنگ کا غازہ چڑھا دیا ہو جو پندرہ سو سال قبل، آغاز تعمیر کے وقت موجود نہ تھا۔

مجامع اور تنہا تماثیل کے مرقعون مین رنگوں کی بوقلمونی کا مطالعہ کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اس زمانہ کے مصور رنگون کی آمیزش اور اس سے تصویر مین حسن پیدا کرنے کے فن مین ید طولی رکھتے تھے

ان تصاویر کی ہیئت اجتماعیہ نہایت پسندیدہ ہی اور ان مین بڑی خصوصیت یہ ہی کہ اشکال و صور کا قد و قامت گرد و پیش کی وسعت و گنجائش سے پوری طرح ہم آہنگ ہی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ماہران فن تصویر کو یہ منظور تھا کہ ان مرقعون مین بڑی سے بڑی تصویرین اتارین۔ ہر تصویر زبان حال سے اس قدر صاف لفظون مین اپنی داستان سنا رہی ہے کہ اس کو ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہی الخ تماشائی کی توجہ خود بخود ان تماثیل کی طرف منعطف ہو جاتی ہے۔ جو تصویرین بہتم بالشان ہین، ان کو عام تماثیل کی چپقلش سے ممیز کرنے مین مصور نے اپنا کمال دکھایا ہے۔

انسان، حیوان، یا نباتات کی فوق العادۃ تصویرون مین خط و خال، اور اشکال و اوضاع کا اونچ نیچ، یا گہراؤ اور ابھار، رنگ کو ہلکا یا گہرا کرکے دکھایا گیا ہی۔ لیکن عمارات یا زمین کی تصویرین ان خصوصیات سے معرا ہین مثلاً دیوارین بغیر سایہ کے دکھائی ہین اور سطح زمین ہموار رکھی گئی ہے چٹانین اور مکانات، دروازے اور برآمدے، اگرچہ معین اور یکسان طرز کے ہین باوجود اس کے ایک ہی دیوار پر مختلف تصویرون کو ایک دوسرے سے ممیز کرنے مین کوئی دقت نہین ہوتی۔ بلکہ ان چیزون کے وجود سے تصویر کا ماحول زیادہ خوشنما ہو جاتا ہی، اور اشکال و صور

کی ہنگامہ آرائی مین نظر کو لذت و آرام میسر ہوتا ہے۔

شبیہ کے خط و خال نہایت واضح، اور تناسب اعضا فطرت کے عین مطابق ہے، اور تصویر کا اتار چڑھاؤ بھی بالکل صحیح ہی جس سے مجموعی طور پر اس مین نہایت درجہ دلکشی پیدا ہوگئی ہی۔ حالانکہ ساری تصویر مین ایک ہی رنگ کا استعمال کیا گیا ہی اور صرف حاشیہ پر رنگ کسی قدر گہرا دیا گیا ہے۔

اگرچہ روشنی اور سایہ کا لحاظ مدنظر نہین رکھا گیا ہی بایں ہمہ سادے اور اُبھرے ہوئے اشکال نمایان ہین اور سطح لازمی طور پر محفوظ رکھی گئی ہے۔

"بدھی ستی وا" (Boddhisattva) کی شبیہ مین (جو غار نمبر ۱ مین قد آدم سے بھی بڑی ہے) یہ خصوصیت اپنے معراج کمال پر پہنچی ہوئی نظر آتی ہے اور میکائیل انجیلو (Michael angelo) کی تصاویر سے یہ مشابہت تام رکھتی ہی حتی کہ بدھا کے اس سر کی ایک اچھی تصویر، کاپی لا سکس ٹی نا (Capella Sixtina) کی کسی تصویر کے پہلو بہ پہلو رکھدی جائے اور صورتون کے اختلاف پر نظر نہ ڈالی جائے تو بادی النظر مین یہی قیاس ہوگا کہ دونون تصویرین ایک ہی اُستاد کے رشحات قلم کا نمونہ ہین۔

مصورین اجنتہ تصویر مین حسن تاثیر پیدا کرنے کے لئے زیورات کا استعمال بھی بکثرت کیا کرتے تھے کڑے، کنٹھے، کنگن، آویزے، نقاب، ہار، گجرے وغیرہ، گردن انگلیون اور سینہ پر اسقدر صفائی سے پہنائے گئے ہین کہ تصویر کا حسن دوبالا ہوگیا ہے۔

لباس کی تہون، شکنون اور گوشون کی حالت دکھلانے مین باوجود سادگی کے بڑی اُستادی صرف کیگئی ہے اور اس سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان استادون کو جسمانی حالت (موڑ توڑ) کا کیسا صحیح علم حاصل تھا۔

چلتی پھرتی (متحرک) تصویرون مین زیورات بھی متحرک معلوم ہوتے ہین اور سریع السیر تصاویر

مین ہلتے ہوئے گوشوارون سے تیز روی ظاہر ہوتی ہے۔

قد آدم تصاویر کا طرز نہایت مکمل و اعلی ہی اور اُن کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہی کہ جسم انسانی کے مائنہ و حلیہ کا انھین کس قدر صحیح علم تھا۔ گرنگی تناسب اور تشابہ کے نمایان کرنے مین بھی انھین کامیابی ہوئی ہی۔ کئی تصویرین ایسی بھی ہین کہ سر سے پیر تک اکثر اجسام انسانی کے محور مین تغیر واقع ہوگیا ہی مگر فطری سج دھج مین کوئی فرق نہ آنے پایا ہی۔ علی ہذا حرکات و سکنات کے انتخاب مین بھی پوری آزادی سے کام لیا گیا ہی یعنی بعض خلاف قیاس تصویرون مین بھی زندگی اور واقعیت کی جھلک نمایان ہے۔

ایک گروہ (غار نمبر ۱ کے جلوخانہ مین) بے پرون کے مصروف پرواز ہے باوجود اس کے ان کا میدان پرواز اس قدر وسیع اور طرز رفتار تصنع سے اس قدر خالی ہی کہ یہ اسی نہج سے چلنے پھرنے کے عادی معلوم ہوتے ہین۔

جسم انسانی کے مختلف حالات و کیفیات کے اظہار مین ان مصورین کو جو درجہ اجتہاد حاصل تھا اس بنا پر کہا جا سکتا ہی کہ اجنتہ کو موجودہ تصاویر عالم پر وہ تفوق حاصل ہی جو آج سے ایک ہزار سال بعد کی تصویرون کو میسر آتا۔ یہ نہین معلوم ہوتا کہ تشریح اعضائے انسانی کے فن سے یہ مصور باخبر تھے باوجود اس کے چند مستثنیات کے سوائے کسی موقع پر اس فن کے اصول سے عدول بھی نہین کیا گیا ہی اجنتہ کی تصاویر صرف ہنود کی قومی خصوصیات کی مختلف حالتون پر پوری طرح حاوی ہین اور ان کی بدولت جسم انسانی کی زیبائش اور معنویت کے ایسے ایسے نکتے ظاہر ہوتے ہین کہ کسی دوسری جگہ ان کی نظیر ملنا محال ہے "بائی چیلی" (Botticelli) کی [illegible] (Primavera)

اور اجنتہ کی بعض نسوانی تصاویر (غار نمبر ۲ کی داہنی طرف) آپس مین بہنین معلوم ہوتی ہین۔

اجنتہ کے ان صنائع و بدائع کا راز فطرت کے کامل مطالعہ مین مخفی ہے اور یہ نتیجہ صرف شخصی کوشش کا نہین ہی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ روایات اور تجربہ کی اعلیٰ درس گاہ مین مدتون صبر و انہماک سے ریاضتین کرنے کے بعد فطرت کے رازہائے سربستہ پر دسترس ہوا ہی۔ اس مقام پر ہم کو کمال فن اور کمال تجربہ دونون کی نظیرین ملتی ہین۔ یہان کی مکمل تصویر سے لیکر ایک چھونے سے چھوٹے موتی یا پھول مین بھی انتہائی غور و تعمق اور جابکدستی کا پتہ چلتا ہی۔ مجاز سے گذر کر حقیقی کیفیات کی بھی جھلک دکھائی گئی ہے اور اس کو مشرقی فن تصویر کا نصب العین اور نمایان رخ کہا جائے تو بجا ہے۔ اس لئے کہ اس ذریعہ سے وہ امر دو معنی کو جامۂ اصلی مین پیش کرتا ہے۔ مثلاً ناتجربہ کار ناظر کو آنکھ نہایت ہی بے ڈھنگی معلوم ہوگی مگر ارباب بصیرت کی نگاہین یہ دیکھکر محو استعجاب ہو جاتی ہین کہ انسانی آنکھ کی ماہیت پر اس زمانہ کے مصوّرون کو کس قدر وقوف حاصل تھا۔ آنکھ کی تصویر اس قدر خوبی سے بنائی گئی ہے کہ ان کا واک لکیرون سے ہر شخص یہ قیاس کرنے پر مجبور ہے کہ یہ انسانی آنکھ کے سوائے اور کسی چیز کو ظاہر نہین کرتی ہین۔

مغربی مصورین نے آج تک فنون لطیفہ مین جو کچھ ترقیان کی ہین وہ فطرت اور باقیات سلف کے بغور مطالعہ کا ثمرہ ہی اور متذکرہ صدر واقعات سے اس امر کی بین شہادت ملتی ہی کہ ازمنۂ قدیمہ کے اہل نجوم بھی اسی اصول پر عمل پیرا رہے ہین۔ وہ ذاتی مشق و تجربہ سے اپنے دار العلم کی قدیم روایات کو بھی قائم رکھا کرتے تھے اور یہی دو اہم اجزا ہین جن کی پابندی سے خالص ہندوستانی فنون لطیفہ مین دور ارتقار کا پیدا ہونا ممکن ہی۔ یورپ کو یہ مرتبہ یونانی علم الآثار کے مطالعہ کے بعد نصیب ہوا اور ہندوستان کی اس بام رفعت پر اسی وقت رسائی ہو سکتی ہی جب کہ وہ اجنتہ کے دبستان ہدایت مین جا کر سرمایۂ سعادت حاصل کرے۔ جو شخص خالص ہندوستانی فن تصویر کی خدمت کرنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ اجنتہ کے اساتذہ سے تلمذ اختیار کر کے انہی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے۔ یعنی جسم، جسامت، اور حرکات کے اسرار مخفیہ کا علم حاصل کرنے کی خاطر اولاً کامل انہماک کے ساتھ مطالعہ فطرت مین مشغول رہنے

کی ضرورت ہی، اس کے بعد اجنتہ اگر گہرے اور متناسب الوان، اصلی اور کامل خط و خال، متشابہ اور دلاویز خطوط، المختصر اصلی ہندی طرز تصویر کا مذاق پیدا کیا جائے، ہدایت و بصیرت کی اس بلند مرتبہ درگاہ مین کچھ زمانہ گذارنے کے بعد وہ بتدریج "مقدس آگ" کے کسی نہ کسی شعلہ کو پا سکیگا۔ حتی کہ اُس کا دل و دماغ وہان کی اثراندازیون سے متاثر و محظوظ ہونا شروع ہوگا اور وہ صاف و واضح خطوط کھینچنے پر قادر ہو جائیگا۔ انہی تاثیرات کا نتیجہ ہی کہ بدھ زمانہ کی ان بے نظیر صناعیون کے مطالعہ سے ناظرین کے ملکۂ شاعری کو ہیجان ہوتا ہے اور وہ بے اختیار ان کی مدح و ثنا مین تر زبان ہو جاتی ہین

تلخیص و تبصرہ

فرقۂ اہل حق

ایک پارسی فاضل جی، کے نریمان نے عنوان بالاسے بمبئی کرانکل مین ایک طویل مضمون لکھا ہی تمہیدی مطالب کے بعد کہتے ہین:۔

ایران اور اس کے نولح مین ایک نہایت دلچسپ قوم "اہل حق" کے نام سے آباد ہی مصنفین اسلام مین صاحب دبستان مذاہب، ابن حزم، اور شہرستانی نے انکا ذکر کیا ہی مصنفین یورپ مین سے بہتون نے انکا مطالعہ کیا ہے جن مین رالنس، گوبنیو، اور زوکودوسکی قابل ذکر ہین۔ لیکن ابتک کسی نے براہ راست انکی کتب مقدسہ کا کافی مطالعہ نہین کیا تھا۔ البتہ حال مین ایک روسی فاضل نے، جو اپنے بہت سے ہموطنون کی طرح جلاوطن ہوکر فرانس مین پناہ گزین ہی، ان کے عقائد پر فرنچ زبان مین ایک مبسوط و محققانہ کتاب شائع کی ہی، اس فاضل کا نام منورسکی ہے، اور اس سے پیشتر وہ ایران و متعلقات ایران پر متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے۔

فاضل موصوف کی تحقیقات کی مدد سے ہم کو اس فرقہ کے عقائد ذیل کا علم ہوا ہی:۔ پانچ انبیاء اعظم ہوئے ہین، اور حضرت محمدؐ اس سلسلہ کے خاتم ہین، وہ انسان کے شفیع ہین، حکمت بالغہ اور عدل خداوند تعالی کے ساتھ مخصوص ہین؛ اول و آخر کلام الہی وہ ہے، جو بذریعہ وحی حضرت علیؓ پر نازل ہوا تھا؛ ارکان خمسہ اسلام (ایمان، نماز، روزہ، زکوۃ، حج) فرض عین نہین ہین؛ مسیح کی وفات نہین ہوئی ہے، ان کی روح ان کے جسم سے الگ ایک شے ہی، حضرت مسیح اور حضرت علیؓ دراصل ایک ہی ذات ہین، تقیہ روا ہے،

یعنی جاہلون کے سامنے اپنے عقائد کو مخفی رکھنا چاہئے، البتہ حاکم وقت یا علماء کے سامنے انکا اظہار کرنا چاہئے؛ حضرت علیؓ مظہر ذات باری ہین؛ جہاد کے معنی ظاہری قتال کے نہین، بلکہ جذبات نفس کے ہلاک کرنے کے ہین،

یہ عقائد کا سرسری خاکہ تھا۔ اعمال یہ ہین، کہ مرد اور عورت کے حقوق بالکل مساوی ہین؛ پردہ کرنا لازمی نہین؛ روزہ رکھنا فرض نہین؛ تاہم عشرہ مین بالعموم روزہ رکھتے ہین۔ یہ لوگ اپنے تئین علوی کہلاتے ہین، علوی بہ معنی علی پرست۔ انکی کوئی مخصوص آسمانی کتاب نہین، البتہ حضرت علیؓ کے بیسیون قلمی نوشتہ ان کے پاس ہین جنہین مخفی رکھتے ہین۔ فرقۂ نصیری اسی علویہ کی ایک شاخ ہے، عرب و مصر مین اس مذہب کا کوئی ماننے والا نہین۔ ایران و عراق مین البتہ انکی آبادی بیس اور تیس لاکھ کے درمیان ہوگی۔ اور شمالی حلب مین کوئی پچاس ہزار کی تعداد آباد ہے۔ انکی کچھ آبادیان دیار بکر، سالونیکا، غلطہ وغیرہ مین بھی ہین۔

ان کے پانچ انبیاء عظام حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت مسیح، و حضرت محمد (علیہم السلام) ہین۔ انکی مذہبی تعلیم کا سلسلہ سینہ بہ سینہ باپ سے بیٹے کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہی جنت و دوزخ کی مادی شکل کے یہ قائل نہین۔ ایک حد تک تناسخ کے قائل ہین۔ روح کی زندگی موت کے ساتھ ختم نہین ہوتی، بلکہ اسکا سلسلہ مختلف صورتون مین برابر قائم رہتا ہی۔

جمعیت انسداد جنگ

پروفیسر برٹرنڈ رسل انگلستان کے ایک نامور فلسفی و اہل قلم ہین، اور فلسفۂ امن کے زبردست مبلغ، چنانچہ گذشتہ جنگ عظیم کے درمیان مین اپنے اسی فلسفۂ صلح داشتی کی تبلیغ کے جرم مین قید کی سزا بھی بھگت چکے ہین۔ انکا ایک تازہ مضمون "انسداد جنگ" پر شائع ہوا ہی، اس کے اقتباسات ذیل نذر ناظرین ہین:

ہر فہمیدہ شخص، خواہ کسی سیاسی مسلک کا ہو، خیالات ذیل سے ضرور اتفاق کریگا:۔

(۱) آئندہ لڑائیاں اس پچھلی جنگ سے کہین زیادہ ہولناک ہونگی، خصوصاً ملک کی عام رعایا کے لئے،

(۲) جب تک لڑائیون کا سلسلہ قائم ہے، ہر جدید جنگ اپنی پیشرو سے بڑھ چڑھ کر ہوگی، تا آنکہ لوگون مین اتنی تعلیم ہی نہ باقی رہ جائے، کہ جدید آلات تیار کر سکین۔

(۳) اس مقصد کے حصول کے دو ہی ذریعے ہین۔ یا یہ کہ جنگ کا سد باب کر دیا جائے، یا یہ کہ تمدن، اور اس کے ساتھ اس سائنٹفک تعلیم کو جس نے انسان کشی کو اس بڑے پیمانہ پر ممکن کر دیا ہے، فنا کر دیا جائے"

ایک مختصر بحث کے بعد پھر آگے چلکر وہ کہتے ہین:-

"جو لوگ اس کے دل سے قائل ہین، کہ جنگ کا سد باب کرنا موجودہ مسائل تمدن مین سب سے اہم ہے، انہین پورے استحکام کے ساتھ اعلان کر دینا چاہئے، کہ انجام جو کچھ بھی ہو، وہ عہد کر چکے ہین، کہ آئندہ جنگ مین کوئی حصہ نہ لینگے۔

یہان یہ دعوی نہین کیا جاتا، کہ ہر جنگ لازماً مضر ہی ہوتی ہے، البتہ یہ دعوی ہے، کہ

(۱) عموماً جنگ کا نتیجہ مضر ہوتا ہے؛

(۲) آغاز جنگ ہوتے ہی جذبات غالب ہو جاتے ہین، اور عقل یہ فیصلہ کرنے سے عاجز رہجاتی ہے، کہ موجودہ جنگ مضر ہے یا نہین۔

(۳) کوئی نہین کہہ سکتا، کہ فلان جنگ جو جاری ہے، بالآخر مضر ثابت ہوگی یا نہین۔

(۴) ایسی صورت مین بہتر یہی ہے، کہ ہر قسم کی جنگ سے محترز رہنے کا عہد کر لیا جائے، اور خبط جنگ سے دور رہا جائے۔

معمولی فرد رعایا جب اپنے کسی ہمجنس کو قتل کر ڈالتا ہے، اور حکومت جب فوج کشی کر کے قتل و خون ریزی پر آمادہ ہو جاتی ہے تو دونون صورتین اصولاً بالکل ایک ہوتی ہین، ایسے افراد میرے علم مین ہین،

جنکا فنا ہو جانا دنیا کے حق مین بہتر ہوگا، لیکن یہ ہرگز جائز نہین ہو سکتا، کہ جس شخص کا مرجانا ہم مناسب سمجھین اسے قتل کرتے پھرین، بالکل یہی صورت حکومتون کی ہے جب وہ فوج کشی کا اعلان کرین جنگ کا خبط جہان ایک مرتبہ پھیلا بس پھر پھیلتا ہی چلا جاتا ہے، اور اس کا روکنا بہت ہی دشوار ہوتا ہے تاوقتیکہ زمانہ امن مین انسان اپنے تئین اس کے لئے مضبوطی سے تیار نہ کر رکھے۔ اس لئے سب سے مقدم ضرورت یہ ہے کہ جو جو اشخاص جنگ کا خاتمہ چاہتے ہین، سب ملکر آئین ایک جمعیت قائم کرین۔

یہ بالکل ضرور نہین کہ اس جمعیت کے تمام ارکان اپنے خیال کے اسباب و دلائل پر بھی متفق ہون۔ اختلاف رائے ہونا تو ضروری ہے۔ کوئی کسی دلیل کی بنا پر جنگ کا مخالف ہوگا، اور کوئی کسی بنا پر۔ تنظیم جمعیت کے لئے سب کا نتیجہ پر متحد ہونا کافی ہے، اس جمعیت کا ہر رکن اپنے اوپر یہ لازم کرلے، کہ اسباب جنگ پر پورا غور کرتا رہے، اور جس حد تک بھی اسکی بساط و امکان مین ہو، ان کے دفعیہ کی کوشش کرتا رہے۔ عموماً محرکات جنگ یہ ہوتے ہین:-

(۱) نفرت و عداوت،

(۲) رشک و حسد،

(۳) حرص و طمع،

ہر شخص اپنا کچھ نہ کچھ حلقہ اثر ضرور رکھتا ہے، چاہئے، کہ اس مین ہر سہ اسباب بالا کے دور کرنے کی پوری اہتمام سے سعی کرتا رہے۔

مضمون کا خاتمہ اس عبارت پر ہوتا ہے:-

"انسان نے سائنس کی مدد سے قوائے فطرت کو مسخر کر لیا ہے، اور اب وہ ان قوتون سے ایک دوسرے کے قتل و ہلاکت کا کام لے رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح نکاح کا قاعدہ قوائے شہوانی کی تہذیب و اصلاح کے لئے بن گیا ہے اسی طرح حکومتون کا مقصد اب یہی رہ گیا ہے، کہ انسان کشی کے

جذبات کو ترقی دیتا رہے، چنانچہ ہماری قومی آمدنی کا پورا ⅔ حصہ سامان جنگ و متعلقات پر صرف ہوتا ہے، مگر یہ یاد رہے، کہ جو قوم اپنا وقت سائنٹفک خون ریزیون مین صرف کرتی ہے، وہ دنیا مین چند روزہ مہمان ہے۔

مدارس مین نقاشی اور موسیقی کی تعلیم

اس عنوان سے کریم طاہر زاد بہزادہ ایرانی نے برلن کے فارسی رسالہ ایرانشہر (صفر ۱۳۴۲ھ) مین ایک مختصر مضمون لکھا ہے، بہزاد نے اس مین مشرقی مدارس کو نقاشی اور موسیقی کی تعلیم کی طرف متوجہ کیا ہے، اور اسی ضمن مین لکھا ہے کہ یورپ کے مدرسون مین ان دونون فنون کی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے قوائے احساس مین صرف دو قوتین سب سے زیادہ ہمہ گیر اور کثیر الاستعمال ہین یعنی دیکھنا اور سننا، باصرہ اور سامعہ، اس لئے جس شخص مین یہ دونون قوتین جس قدر زیادہ ہونگی، وہ اسی قدر زیادہ، لطیف الاحساس، نازک خیال، اور تیز و ہوشمند ہوگا، نقاشی بچون کے باصرہ کو اور موسیقی سامعہ کو ترقی دیتی ہے، اور بصارت اور سماعت مین لطافت، نزاکت اور تیزی پیدا کرتی ہے، بے زبان بچہ کی ترجمان شوق صرف یہی دو قوتین ہوتی ہین، بچہ کا ہنسنا اور رونا اُس کی موسیقی ہے، اور نگاہون کو گردش دینا اور ادہر اودہر جلدی جلدی دیکھنا اس کی نقاشی ہے، ان دونون قوتون سے اس کے تمام اندرونی راز لوگون پر ظاہر ہوتے ہین، اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونون فنون بچون کے فطری احساسات کے نتائج ہین، اور اس لئے ان کی ابتدائی تعلیم مین ان کے سب سے ابتدائی ذریعہ ترجمانی کو اگر کام مین لایا جائے، اور ترقی دی جائے تو بہت کچھ کامیابی ہوسکتی ہے۔ یورپ کے مدارس مین نقاشی اور موسیقی کے لازمی ہونے کا یہ منشا نہین کہ ہر طالب علم نقاش اور ماہر موسیقی ضرور ہو، بلکہ یہ مطلب ہے کہ باصرہ اور سامعہ کے احساس مین نزاکت اور لطافت ضرور ہو۔ بچون کو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ وہ مٹی، لکڑی، کاغذ، کسی نہ کسی چیز سے کچھ نہ کچھ بناتے اور کرتے رہتے ہین، اور وہ اکثر کھیل کود مین کچھ نہ کچھ سریلی یا بے سری آواز نکالتے رہتے ہین، اس سے بھی ان کی فطرت کا راز آشکارا ہوتا ہے، اور اس لئے یہ ابتدائی طریقہ تعلیم کے بہترین ذرائع ہین۔

اخبار علمیہ

حکومت فرانس نے سو برس سے زائد ہوئے پیرس مین ایک مسجد کی تعمیر کا وعدہ کیا تھا، ایک صدی گذر جانے کے بعد اب یہ وعدہ خدا خدا کر کے پورا ہوا، اور فرنچ گورنمنٹ نے بالآخر ایک مسجد اور مسلم انسٹیٹیوٹ کی تعمیر کا انتظام کر دیا۔ زمین فرنچ گورنمنٹ نے بلا قیمت دیدی ہے، اور زر نقد سے بھی اعانت کی ہے، یکم مارچ کو سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس تقریب مین مسیو گولرٹ انڈر سکریٹری گورنمنٹ اور دیگر حکام نے حکومت کی جانب سے نیابۃً شرکت کی، خوش قسمتی سے تمام مسلمانان عالم کے نمائندہ بھی اس موقع پر موجود تھے، مثلاً سفیر ترکی، سفیر افغانستان، سفیر مصر، معززین ہند، و ٹیونس، و الجزائر وغیرہ، سلطان مراقش نے اپنا ایک مخصوص نائب اس غرض کیلئے بھیجا تھا، مسجد سے متعلق ایک حمام، ایک دار الاقامہ، اور ایک کتبخانہ بھی ہوگا، فرنچ حکام نے اس موقع پر جو تقریرین کین، ان مین فرانس اور مسلمانون کے اتحاد پر خاص طور پر زور دیا، اور یہ کہا کہ "حکومت فرانس اس امر واقعہ کو کسی حالت مین فراموش نہین کرسکتی، کہ اس کی دس کرور رعایا مین پورے چار کرور کی تعداد مسلمانون کی ہے، مسیو گولرٹ نے کہا کہ "ان اسلامی تعمیرات کا مقصد یہ ہے کہ آئندہ جو مسلمان فرانس مین قدم رکھین، انھین کسی طرح کی اجنبیت نہ محسوس ہو، بلکہ وہ اسے بھی اپنے وطن ہی کی سرزمین تصور کرین"۔

انڈین سائنس کانگرس کا دسوان سالانہ اجلاس زیر اہتمام ایشیاٹک سوسائٹی، بنگال، ۸ جنوری سے ۱۳ جنوری ۱۹۲۳ء تک، بہ مقام لکھنؤ منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ سرہار کورٹ بٹلر، گورنر صوبہ متحدہ اس اجلاس کے سرپرست ہونگے، اور انھین کے ہاتھون اس کا افتتاح ہوگا۔ کانگرس کی صدارت کیلئے

سر ماویہ و سویسوریہ کا انتخاب ہوا ہی، اور مختلف شعبون کے صدر اصحاب ذیل ہونگے :-

(۱)	شعبۂ،	زراعت،	ڈاکٹر کنجن پلے،	(مدراس)
(۲)	شعبۂ،	طبعیات،	ڈاکٹر اس، کے، بنرجی	(کلابہ، بمبئی)
(۳)	شعبۂ،	کیمیائیات،	ڈاکٹر بلیڈرم،	(احمد آباد گجرات)
(۴)	شعبۂ،	نباتیات،	مسٹر ہاورڈ،	(پوسہ)
(۵)	شعبۂ،	ارضیات،	ڈاکٹر بیسکو،	(کلکتہ)
(۶)	شعبۂ،	حیوانیات،	پروفیسر مہتائی،	(لاہور)
(۷)	شعبۂ،	تحقیقات طبیہ،	ڈاکٹر اسیرلسن،	(لکھنؤ)
(۸)	شعبۂ،	انسانیات،	ڈاکٹر مودی،	(بمبئی)

اجلاس کی باضابطہ نشستون کے علاوہ کانگرس کی جانب سے متعدد پبلک لکچر بھی ہونگے، نیز ممتاز ماہرین فن مختلف صورتون مین اپنے سائنٹفک مشاغل مین پبلک کو شرکت کا موقع دینگے، کانگرس کے مستقل جنرل سکریٹری، ڈاکٹر سی، وی، رامان (دفتر کانگرس، نمبر ۲۱۰- بو بازار اسٹریٹ، کلکتہ) ہین، اور موجودہ اجلاس کے مقامی سکریٹری پروفیسر سکیہن اور پروفیسر ولی محمد (لکھنؤ یونیورسٹی) ہین۔

پیرسنس میگزین مین ایک مضمون شائع ہوا ہی جس مین ان تدابیر ہلاکت اور ان آلات قتل و سفاکی کی کسی قدر تفصیل بیان کی گئی ہی جن کو خاتمۂ جنگ کے زمانہ مین، مختلف مہذب ممالک کے صاحبان دماغ اختراع کر رہے تھے۔ یہ مضمون امیر البحر سر پرسی اسکاٹ کے ایک تمہیدی نوٹ کے ساتھ شائع ہوا ہی۔ مضمون کا ماحصل یہ ہی، کہ آئندہ جنگ، کیمیا دانون کی جنگ ہوگی، اور زمین یا سطح سمندر پر نہ ہوگی، بلکہ کرۂ ہوائی مین یا پھر سمندر کی گہرائیون کے اندر ہوگی۔ جو قوم جنگ ہوائی مین زیادہ پر قوت ہوگی، فتح اسی کے

ہاتھ رہیگی۔ اس لئے کہ ایسی تدبیرین ایجاد ہو چکی ہین جن سے آئندہ جنگ کی صورت مین سطح زمین پر رہنا، بسنا قطعاً ناممکن ہو جائیگا۔ اس لئے مقابلہ جو کچھ بھی ہوگا، وہ فضائے بالا مین ہوگا۔ چند مثالین ملاحظہ ہون۔

ایک فرنچ طالب علم نے بارش روغن آتشین کا طریقہ ایجاد کیا ہی۔ ایک ہوائی ہوا مین چھوڑی جائیگی، جس کے ساتھ ایک فتیلہ اور تیل کا ایک ذخیرہ ہوگا۔ جونہی فتیلہ ہوائی تک پہنچیگا تیل مین آگ لگ جائیگی، اور اس کی بارش زمین پر شروع ہو جائیگی جس سے ایک پوری رجمنٹ چند منٹ مین جل کر تودۂ خاکستر رہجائیگی۔ اس حربہ سے پناہ صرف زمین دوز سرنگون مین مل سکتی ہی۔ ایک توپ ایجاد ہوئی ہی جس کا توڑ ایک سو پچیس میل کا ہی، اس کی نال مین گولون کا ایک انبار بھسا ہوا رہتا ہی۔ اور ہر گولہ کے سر ہونے کے ساتھ دوسرا گولہ بھی از خود سر ہوتا رہتا ہی۔ ابھی اس کا توڑ سوا سو میل کا ہی لیکن آئندہ اور بہت کچھ بڑھ سکتا ہی۔ اس قسم کی بیس توپون مین اگر زہریلی گیس والے گولے بھر دئے جائین تو سیکڑون میل کے فاصلے سے لندن پیرس، و برلن کا ۲۴ گھنٹہ کے اندر بالکل خاتمہ کیا جا سکتا ہی۔

بالٹیمور (امریکہ) مین ایک کارخانہ ہی، جہان زہریلی گیس کی تیاری کیلئے ۰ الاکھ سیر کی مقدار مین زہر ہر وقت فراہم رہتا ہی۔ برطانیہ مین متعدد کیمیاوی کارخانہ ہین جو روزانہ ۵۰۰ من کی مقدار مین زہریلی گیس تیار کر سکتے ہین، اسی طرح کے کارخانہ جرمنی، و فرانس مین بھی ہین۔ نئی زہریلی گیس جو تیار ہوئی ہی، وہ یہ تاثیر رکھتی ہی، کہ اس کا ایک قطرہ بھی اگر انسانی تنفس مین آجائے، تو انسان معطل ہو جائیگا۔ طیارون کے ذریعہ سے یہ گیس جس قطعہ زمین پر بھی چھوڑ دی جائیگی۔ وہان انسانی آبادی ناممکن ہو جائیگی۔ برطانیہ نے ایک برقی توپ ایجاد کی ہی، جو بجائے گولون کے برقی شرارے فیر کرتی ہی، اور جس کا اثر یہ ہوگا، کہ بغیر کسی قسم کی آواز و شور کے بجلی کی طرح چشم زدن مین پوری پلٹن کی پلٹن نذر اجل

ہوجائیگی۔ اسی طرح کے بیسیون دیگر ہولناک وحیرت انگیز آلات ہلاکت یورپ کے ہر ملک مین ایجاد ہوچکے ہین۔

جرنل آف مڈیکل ایسوسی ایشن (امریکہ) کو ملک سائبیریا سے ایک مراسلہ نگار اطلاع دیتا ہی، کہ ملک ہنگری مین ایک شخص کی حال مین "نمائش" ہوئی ہی، جو اپنے قد وقامت وجسامت کے لحاظ سے صحیح معنی مین دیو ہیکل ہی۔ اس کا نام کیزن لوف ہی۔ عمر ۴۲ سال کی ہی، اور قد کی درازی ۹½ فٹ کی!! اسی کے متناسب اعضا، کی جسامت اور جسم کی فربہی، کاسہ سر کا دور ۲۵ انچ اور سینہ کا ۵۶ انچ ہی، پنجہ سے کہنی تک ہاتھ کی لمبائی ۱½ فٹ ہی، اور قدم کی ۱⅔ فٹ! وزن ۵ من ۲۹ سیر ہی! غذا روزانہ اتنی ہوتی ہی، جتنی چار اچھے بنے کٹے اور پرخور شخصون کی ہوسکتی ہی، یعنی دن بھر مین یہ شخص ۱۵۔۲۰ انڈے نوش جان کرتا ہی، ڈیڑہ دو سیر گوشت، چار پانچ سیر دودھ، پانچ چھ ڈبل روٹیان، کئی سیر ترکاریان، کئی سیر شراب، وغیرہ باوجود اس تن وتوش کے یہ دیوزاد کام کاج کرنے مین بڑاہی کاہل ہی۔ دن کا بیشتر حصّہ سونے مین صرف کرتا ہی، یہانتک کہ چوبیس چوبیس گھنٹہ مسلسل بھی سویا ہی، اور جاگنے کی حالت مین بھی اکثر اونگھتا رہتا ہی۔

لووین یونیورسٹی، جسے آغاز جنگ مین جرمنون نے غارت وبرباد کردیا تھا، اب از سر نو اپنے کتبخانہ کو درست وآراستہ کررہی ہی۔ بربادی سے قبل اس مین پانچ لاکھ کتابین تھین، سب جل کر خاکستر ہوگئی تھین، اب رفتہ رفتہ ۲۱۶۰۰۰ کتابین پھر اس مین فراہم ہوگئی ہین۔

---*---

ڈیلی نیوز (لندن) مین ایک مراسلہ نگار لکھتا ہی، کہ برازیل (جنوبی امریکہ) کے بعض دور افتادہ علاقے اب تک وحشی قبائل کے مسکن ہین جن تک تہذیب وتمدن کی جھلک بھی نہین پہنچی ہی، چنانچہ ایک پادری مسٹر فریڈرک گلاس جو حال مین اس ملک کی سیاحت کرکے واپس آئے ہین، وہ ان لوگون کے چشمدید

حالات بیان کرتے ہین، ان کے مسکن تک پہنچنا آسان کام نہین، پہلے مسلسل چار دن تک ریل پر سفر کرنا ہوتا ہی، پھر تین ہفتہ تک گھوڑون پر لدے لدے پھرنا پڑتا ہی، اور پھر کئی ہفتہ دریائی سفر مین جو ڈونگی کشتی پر کیا جاتا ہی، صرف کرنے ہوتے ہین، جب کہین جا کر ان کے وطن تک رسائی ہوتی ہی، یہ لوگ قدیم دور توحش یعنی ابتدائی دور انسانیت کی نہایت دلچسپ یادگار ہین، لباس کے مفہوم سے بالکل ناآشنا ہین، مرد وزن سب سرتاپا برہنہ رہتے ہین۔ شرم وحیا نام کو بھی نہین۔ فرائض جنسی حیوانات کی طرح علانیہ ادا کرتے ہین۔ لوہے سے کام لینا نہین جانتے، ظروف صرف پتھر اور لکڑی کے رکھتے ہین۔ اور بیحد ضعیف الاعتقاد ہین ان کی زبان کل چھ سو الفاظ پر محدود ہی۔

مشہور کارخانہ موٹر سازی کے مالک مسٹر ہنری فورڈ امریکی کی دولت کے اعداد جو حال مین شایع ہوئے ہین۔ ان سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ دنیا کا دولتمند ترین شخص ہی۔ اس کے پاس نقد خزانہ ۳۴ ملین پونڈ (۵۱۰۰۰۰۰۰۰ روپیہ) کا رہتا ہی، اور اس کی روزانہ آمدنی کا اوسط ایک لاکھ پونڈ (۱۵ لاکھ روپیہ) ہی!

(ڈیلی میل)

ملک اسپین مین مردون اور عورتون کی ایک تعلیم یافتہ ومتمدن جماعت ایسی پیدا ہوئی ہی جس نے تمدن ولوازم تمدن کو ترک کرکے بالکل مطابق فطرت طرز معاشرت اختیار کرنے کا ارادہ کرلیا ہی، چنانچہ کوئی چالیس مردون اور بارہ عورتون (جن مین بعض نہایت حسین ونازک اندام لڑکیان بھی شامل ہین) کی ایک ٹکڑی سکونت شہر کو ترک کرکے مونکلوا کے جنگل مین چلی گئی ہی۔ یہان ایک قطعہ مین مرد رہتے ہین اور دوسرے قطعہ مین جو کسی قدر پردہ دار ہی، عورتین، مرد وعورت سب بالکل برہنہ رہتے ہین۔ شام کے وقت مرد وعورت سب ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہین، اس وقت حصّہ زیر ناف کو کپڑے سے چھپا لیا جاتا ہے۔ ان کی غذا جنگل کے پھل پھلاری اور روٹیان ہین۔ باقی خوان تمدن کی تمام لذیذ غذائین انھون نے

ترک کردی ہین۔ قدرتی چشمہ اور آبشاران کے غسلخانون اور حمامون کا کام دیتے ہین، کھانا پکانے کا رواج انھون نے اپنے ہان سے اٹھا دیا ہی۔ کچی غذا پر گذر کرتے ہین، اپنی جائے سکونت ان لوگون نے بہت عرصہ تک راز رکھی، لیکن ایک منچلے اخبار نویس نے بالآخران کا سراغ لگا ہی لیا، اور ان کی عریان تصویرین میڈرڈ (دارالحکومتہ اسپین) کے ایک پرچہ مین شائع کین۔

(ڈیلی اکسپریس)

فرانس مین ایفل ٹاور ایک مشہور منارہ ہی جس کی بلندی ایک ہزار فٹ ہی، اور جو عرصہ سے بطور ایک لاسلکی اسٹیشن کے کام دے رہا ہی۔ اس سے حال مین ایک عظیم الشان آلہ متعیاس الموسم کا کام لیا جائیگا، شبانہ روز مین تین مرتبہ یہ سب کو تغیرات موسم سے مطلع کیا کریگا۔ اطلاع کی صورت یہ ہوگی، کہ گھنٹہ بجنا شروع ہو جایا کریگا، اگر کوئی تغیر ہونیوالا نہ ہوا، تو گھنٹہ نہ بجیگا۔ بارش ہونیوالی ہوئی، تو تین بار بجیگا، پالا پڑنے والا ہوا، تو چھ بار، اور اگر ژالہ باری ہونیوالی ہوئی، تو بارہ مرتبہ۔ ان تغیرات کی اطلاع آٹھ آٹھ گھنٹہ قبل سے ہو جایا کریگی اور گھنٹون کی آواز تین سو میل سے زائد فاصلہ تک پہنچا کریگی۔

یوریا (امریکہ) کے ایک کاریگر نے تین سال کی مسلسل محنت کے بعد حال مین ایک بڑی گھڑی (کلاک) تیار کی ہی جس کے تمام آلات اور پرزہ لکڑی کے ہین۔ لوہے کا نشان تک نہین۔ یہ گھڑی صرف وقت ہی نہین بتاتی، بلکہ دن، تاریخ، تغیرات موسم وغیرہ بھی بتاتی ہی۔

آخری اعداد کے بموجب امریکہ مین صرف انجنیری کے چار ہزار کارخانہ کام کر رہے ہین، جو ہر سال ۰۰۰،۰۰۰،۲۰۰ ڈالر کی مالیت کا سامان تیار کرتے رہتے ہین۔ اس مقدار کا ۸ فی صد حصہ بیرون ملک مین فروخت ہوتا ہی، باقی ۸۲ فی صدی کی کھپت خاص امریکہ ہی مین ہو جاتی ہی۔ ان چار ہزار کارخانون مین ملازمین کی تعداد تقریباً چار لاکھ ہے،

ادبیات

نغمۂ تہنیت

بہ تقریب فتح سمرنا

از

مولوی اقبال احمد صاحب سہیل بی اے ال ال بی (علیگ)

چھپی ہی برق خاطف نعرۂ انا فتحنا مین
عجب کیا گر گری بجلی جو یونانی کلیسا مین

وہی ہین ہم کہ جب اٹھی علم توحید کا لیکر
یکایک زلزلہ سا آگیا ایوان کسریٰ مین

نہ کیون فوج عدو پر آج ہو افسردگی طاری
کہ نصرت خود ہی تمثال مبین نورالدین پاشا مین

بجا ہی آج اگر مسلم منائین جشن نوروزی،
کہ پھر تازہ بہار آئی ہے گلزار تمنا مین

زمانے نے ورق الٹا ہی پھر تاریخ ماضی کا
وہ پہونچا پرچم اسلام پھر ارض سمرنا مین،

ادہر ترکان غازی فاتحانہ بڑھتے جاتے ہین
ادہر اک کھلبلی سی مچ رہی ہی فوج اعدا مین

دلون مین اس طرح بیتاب جوش شادمانی ہی
کہ جیسے موج صہبائے کہن مضطر ہو مینا مین

تبسم اس طرح اٹکھیلیان کرتے ہین ہونٹون پر
صبا جس طرح محو رقص ہو دامان صحرا مین

نوید فتح اسلامی نشاط انگیز ہے کتنی
نہ کیفیت یہ نغمے مین نہ مستی ایسی صہبا مین

پڑا ہی شاید اس پر پرچم اقبال کا سایہ
بلا کی سربلندی آگئی ہی سرو رعنا مین

صبا نے وہ تگ و دو کی ہی اعلان مسرت مین
کہ ٹپکا ہی پسینہ جابجا شبنم کی صورت مین

دمِ شمشیر پہلا زینہ ہے معراجِ ایمان کا
یہ ایما مسلمون سے ہی ہلال عید قربان کا

بھلا ہم خستگان خواب راحت چونکتے کیونکر
زمانہ گر نہ دیتا اک کچوکا نوکِ پیکان کا

وجودِ قوم ابتک مبتلائے صرعِ غفلت تھا
سونگھانا تھا اسے اک نخلچہ خون شہیدان کا

بپا ہی چار سو عالم مین اک ہنگامۂ محشر
یہ ادنی سا کرشمہ ہی کسی کی چشم فتان کا

وہان بازیگر مغرب ہی مشغول فسونسازی
یہان لبریز ہی پیمانۂ صبر اہل ایمان کا

کبھی رامشگر یونان کی بزم رقص برپا ہی
کبھی خونین تماشا ہو رہا ہی جنگ بلقان کا

سلامت رہ سکا کوئی نہ دستِ جور قاتل سے
جگر مذبح ہی حسرت کا تو دل مقتل ہی ارمان کا

حیات تازہ دی ہم کو کسی کے جور پیہم نے
کہان تک شکر کیجیے ان نوازشہای پنہان کا

مصائب نے اب آنکھین کھول دین اپنی تو یہ سمجھے
کہ زندان تھا دبستانِ سیاست ہای کنعان کا

بقائے جاودان ملتی ہی جانبازانِ ملت کو
ہمین اب یاد آیا یہ سبق تعلیم قرآن کا

حیات سرمدی چاہی تو اس ہستی کو باطل کر
کہ دانہ باور ہوتا ہی پہلے خاک مین مل کر

مصیبت پر مسلمان شکوہ سنجِ آسمان کیون ہو
نہ ہو یہ آنچ تو کھوٹے کھرے کا امتحان کیون ہو

حوادث ہی سے ہی آبادی کاشانۂ ہستی
یہ ہنگامے نہون تو رونق بزم جہان کیون ہو

چٹانین کفر و باطل کی اگر اس سے نہ ٹکرائین
تو طوفان خیز یون اسلام کا سیل روان کیون ہو

مصیبت نقش طغرائے شرف ہے اہل ایمان کا
نہ کھائے ضرب اگر سکہ تو عالم مین روان کیون ہو

نہال طور سینا ہی یہان ہر خس نشیمن کا
جلا دے جس کو بجلی وہ ہمارا آشیان کیون ہو

دل ویرانۂ خود توحید کا اک گنجِ مخفی ہے
ہمین پھر آرزوئے گنجہائے شایگان کیون ہو

لہو کی چند بوندین جو نہ دے سکتا ہو ملت کو
وہ بزدل آرزومندِ حیات جاودان کیون ہو

شب یلدائے غم تمہید ہی صبح مسرت کی
نہ اٹھ سکتا ہو غم جس سے وہ آخر شادمان کیون ہو

ازل سے ناوکِ قاتل امانت اہل دل کی ہی
مصائب کا گلہ کیون ہو حوادث پر فغان کیون ہو

سبق آموز ہین ناکامیان پیکار ہستی کی
نہ ہو ناکام جو اول وہ آخر کامران کیون ہو

خدائے دو جہان کی مہربانی ہم کو کافی ہے
کوئی پروردۂ تثلیث ہم پر مہربان کیون ہو

کوئی جا کر یہ کہدے صبح فرخندہ آئین سے
ہجوم آرزو بہتر ہی عقل مصلحت بین سے

اگر دنیا مین زندہ ہین تو دنیا کو دکھا دینگے
کہ یا خود مر مٹینگے یا حریفون کو مٹا دینگے

رگ جان عدوون سے تشنۂ ذوق شہادت ہے
ہم اس کی پیاس آب تیغ عریان سے بجھا دینگے

زمانہ سے ہمین خواہش نہین ہی شور تحسین کی
ہماری داد جانبازی شہید کربلا دینگے

ہوئیگی تا بہ کے پژمردگی گلزار ملت پر
ہمارے خون کے چھینٹے اسے نشو و نما دینگے

بلا سے خشک لب جائینگے اس دنیائے فانی سے
ہماری تشنگی کا ساقیِ کوثر صلہ دینگے

کفن سادہ پہننا ننگ ہی رنگین مزاجون کو
ہم اپنے داغہائے خون سے گل بوٹے بنا دینگے

جہان مین دین بیضا شمع ہی نور الٰہی کی
یہ جھونکے باد مغرب کے اسے کیونکر بجھا دینگے

رہیگا سایہ زن فیض نبوت فرق غازی پر
جناب مصطفےٰ دادِ کمال مصطفےٰ دینگے

الٹ دینگے مرقع پھر بساطِ کفر و باطل کا
فروغ ملت بیضا ہی محفل جگمگا دینگے

تقاضا ہی یہی بیتابیِ دست شجاعت کا
عروس فتح کے چہرہ سے اب پردہ اٹھا دینگے

مٹے ہر چند ہم پھر بھی سلف کی شان باقی ہے

رگون مین اب بھی خون طغرل و عثمان باقی ہے

مسلمانون پہ واجب آج شکر لا یزالی ہے
کہ جس نے قالب افسردہ مین پھر جان ڈالی ہے

تعالیٰ شانہٗ یہ سطوتِ افواج اسلامی — اٹھین جس سمت آنکھین اُس طرف میدان خالی ہی

مصائب ہو چکے اب دور ہی جشن مسرت کا — جو وہ شان جلالی تھی تو یہ رنگ جمالی ہی

الٰہی نصرت حق مصطفٰے غازی کی حامی ہو — کہ اُس نے حسرت دیرینہ ملت کی نکالی ہی

خدا اس ناخدائے ملت بیضا کا یاور ہو — کہ اس نے دین حق کی ڈوبتی کشتی بچالی ہی

تری رحمت رہی یارب حصار عافیت اُسکی — کہ ذات پاک اس کی اک مثال بیمثالی ہی

نگاہین کیون نہ خیرہ ہون بھلا افواج باطل کی — الٰہی یہ کوئی بجلی ہے یا تیغ ہلالی ہی

کوئی آزاد و شوکت سے یہ کہدی جاکے زندان مین

کہ پھر شاہنشہِ گل مسند آرا ہے گلستان مین

معتزلہ کی تفسیر

اسلام کے فرقۂ معتزلہ نے عقل و نقل اور فلسفہ شریعت کی تطبیق مین جو بڑی بڑی تفسیرین لکھی تھین، افسوس کہ وہ سب دنیا سے ناپید ہین، ان مین بہترین تفسیر ابو مسلم اصفہانی کی تھی۔ یہ کتاب بھی اب ناپید ہے۔ مگر اس کا جتنا حصہ فرقۂ اہل سنت کے نزدیک قابل قبول تھا امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین اس کو درج کر دیا تھا۔ مولوی سعید صاحب انصاری نے دار المصنفین کی طرف سے نہایت محنت و جانفشانی کے ساتھ تفسیر کبیر سے، تفسیر اصفہانی کے وہ تمام حصے یکجا کئے ہین، اور وہ خوبصورت ٹائپ مین چھپکر شائع ہوئے ہین، مصر، لندن، اور فرانس مین اس کتاب نے وقعت حاصل کی ہی۔ قیمت ۸؍

"منیجر"

بابُ التّقریظ والانتقاد

تاسی کا تذکرۂ شعرائے اردو

از

قاضی عبدالودود صاحب عظیم آبادی بی اے

قاضی صاحب نے اپنے ایک کرم نامہ مین تاسی کے مقدمہ تذکرہ پر جو معارف مین شائع ہو چکا ہے تنقید کی ہے، جس سے اُن کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے چونکہ اس سے تاسی کے بعض اغلاط کی تصحیح ہوتی ہے اس لئے معارف مین شائع کرنا مناسب ہے،

تاسی سے مجھے بہت حسن ظن تھا لیکن اس کے مقدمہ کے اقتباسات نے اس مین کچھ نہ کچھ کمی ضرور کردی ہی بسر و آزاد ہی کے متعلق اس کی معلومات ناقص نہین ہین، بلکہ اکثر تذکرون کے متعلق اس کا بیان ناقابل اعتبار ہی۔ سرسری طور پر مجھے جو غلطیان نظر آئی ہین عرض کرتا ہون:۔

(۱) ذکا، شاہ نصیر کے شاگرد تھے، جو میر کلّن نہین، کلّو کہلاتے تھے۔ اس تذکرہ کا پتہ ہندوستان مین نہین چلتا ممکن ہی یورپ مین موجود ہو۔

(۲) چمن بے نظیر یا مجمع الشعراء، تذکرے نہین، محض مجموعۂ غزلیات ہین، اور جامع کی تحقیق کا یہ حال ہی کہ اکثر ایک کا کلام دوسرے شاعر کی طرف منسوب کیا ہے۔

(۶) گلستان مسرت کو اردو شاعری سے کوئی تعلق نہین، یہ فارسی اشعار کا ضخیم مجموعہ ہی۔ عبدالرحمان خان شاکر نے اپنے اُستاد ناصر علی نصیر کی مدد سے، ۱۲۶۱ھ مین، مختلف عنوانات قائم کرکے، اشعار جمع کئے اور مطبع مصطفائی کانپور مین چھپوایا تاسی کو اردو شعراء کے تذکرے کی ترتیب مین اس سے

کیونکر مدد ملی، مین سمجھنے سے قاصر ہون۔

(۲۱) گلستان سخن کی متعلق دہلی کے معتبر اصحاب مثل مولوی سید احمد صاحب فرہنگ آصفیہ اور مولوی فی... کا

کا بیان ہے کہ یہ دراصل صہبائی کی تالیف ہے،

(۲۲) گلستان بیخزان، گلشن بیخار کا ترجمہ نہین، مگر دونون مؤلف چونکہ ہمعصر ہین، مضامین ملتے جلتے ہین
یہ کتاب بجائے ترجمہ ہونیکے "گلشن" کے جواب مین لکھی گئی ہے، شیفتہ نے نظیر اکبرآبادی کو جو باطن کے اُستاد
تھے، مستند اساتذۂ اردو مین نہین شمار کیا تھا، اور ان کے کلام کو سوقیانہ قرار دیا تھا۔ باطن کو یہ امر ناگوار گذرا،
انھون نے چن چن کر ان لوگون کی مذمت کی جن کی شیفتہ نے تعریف کی تھی، یعنی غالب، مومن، وحشت،
آزردہ وغیرہم۔

(۲۳) کسی تذکرے مین مجھے سید ابوالقاسم قاسم دہلوی کا نام نہ ملا۔ دہلی کے مشہور شاعر حکیم قدرت اللہ
قاسم نے البتہ ایک تذکرہ لکھا تھا،

(۲۹) سرو آزاد کے متعلق جو بے سروپا باتین قاسمی نے لکھدی ہین، آپ نے خود اس پر نوٹ دیا ہے، مین نے
بعض تذکرون مین غلام علی آزاد بلگرامی کا اردو کلام دیکھا ہے، ان کا انتقال سنہ ۱۲۰۰ھ مین ہوا ہے، یہ میر و سودا قائم
حسن وغیرہم کے معاصر تھے، ممکن ہے کہ اردو مین بھی طبع آزمائی کی ہو، کلام کا نمونہ یہ ہے، ؎

"کیا دھوان دھار اس سی ہے اسکی ہر تحریر لب
دل جلون کا ہے یہ دود آہ دامن گیر شب"

اس کی تحقیق فرمائین کہ واقعی یہ کلام آزاد بلگرامی کا ہے یا اسی تخلص کے کسی دوسرے شخص کا،

(۳۰) صحف ابراہیم و گلزار ابراہیم میری رائے مین ایک ہی تذکرے کے دو نام ہین۔ اس کے مصنف نواب
عزیز الملک امین الدولہ علی ابراہیم خان عظیم آبادی تھے جو مختلف معزز عہدون پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے
مین مقرر ہوئے تھے۔ ان کا تخلص خلیل ہے، لطف کا تذکرہ گلشن ہند اسی سے ماخوذ ہے۔ مولوی عبدالحق نے
گلشن ہند کے مقدمے مین ان کا تخلص علی بتایا ہے۔ اور گلزار ابراہیم کو اردو تذکرہ اور صحف ابراہیم کو

فارسی شعرا کا تذکرہ قرار دیا ہے، لیکن تذکرون مین ان کا اردو فارسی کلام موجود ہے، ایک ایک شعر مقطع
کا ملاحظہ ہو ؎

لہو رونے سے میرے تر ہوا جیب و کنار آخر
خلیل انکھون کے آگے ہو گیا گلزار پلو مین

جس تذکرے سے یہ شعر ماخوذ ہے اس مین اردو تذکرہ کا نام صحف ابراہیم بھی درج ہے۔ فارسی شعر
ایک قلمی بیاض سے ماخوذ ہے جو ۱۲۱۲ھ کی لکھی ہوئی ہے، اس مین بھی تخلص خلیل درج ہے ؎

رفتی زجہان خلیل و ہیہات
اُمید دل تو بر نیامد
نمی آید صدائے از خلیل ایا چہ پیش آمد
مگر جان داد امشب نالۂ آن ناتوان کم شد

واضح رہے کہ بیاض اس زمانے کی لکھی ہوئی ہے جب کہ نواب موصوف زندہ تھے۔

(۲۴) واجد علی شاہ کی طرف بھی تالیف تذکرہ کا انتما تحقیق طلب ہے۔ منشی امیر علی خان مرحوم نے
وزیر نامہ مین ان کی تصانیف کی جو فہرست دی ہے اس مین تذکرۃ الشعرا، کا نام نہین۔

(۲۵) عاشق کے ہمعصر تذکرہ نویسون نے ان کے تذکرے کا ذکر نہین کیا،

(۲۶) تذکرۂ عشق از رحمت اللہ عشقی:۔ مجھے شبہ ہے کہ اس کے متعلق بھی قاسمی نے غلطی کی ہے، آغا
حسین قلی خان عشقی عظیم آبادی کا ایک تذکرہ فارسی زبان مین فارسی گو شعرا کے حالات مین دو ضخیم
جلدون مین موجود ہے، اور میری نظر سے گذرا ہے۔ اس مین اکثر ایسے شعرا کا بھی ذکر آگیا ہے جو اردو فارسی
دونون زبانون مین غزلسرائی کرتے تھے، مثلاً فغان، حسرت، امین وغیرہ۔ فغان کے متعلق تو
بعض دلچسپ لطائف اس مین ایسے مندرج ہین جو صاحب آب حیات کو نہین ملے، اگر قاسمی نے
گلستان مسرت سے جو محض مجموعۂ اشعار فارسی ہے، اور ٹھیک طور پر اشعار کے مصنفین کا نام بھی
...تا، استفادہ کیا، تو اس تذکرے سے بدرجہا زائد فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اس شبہ کو مزید تقویت قاسمی کے
...بیان سے ہوتی ہے۔ کہ غلام حسین شورش کا تذکرہ اس سے بہت ملتا جلتا ہے، شورش عشقی کے ہمعصر تھے

اور ہم وطن۔ ممکن ہے کہ عشقی کے تذکرے سے انھون نے بہت کچھ لیا ہو۔ شورش کا تذکرہ میری نظر سے
نہین گذرا۔ اس لئے مین یقین کے ساتھ نہین کہہ سکتا،

(۱۰) سودا کا تذکرہ ہی بھی یا نہین۔ مجھے اس کے وجود کے متعلق شکوک ہین۔ آزاد نے ضرور اس کا
ذکر کیا ہی۔ لیکن ان کی تحقیق زیادہ قابل اعتبار نہین، لطف کے تذکرے مین تذکرۂ سودا کا ذکر نہین۔ اگر
مصحفی اور میر حسن کے تذکرون مین تذکرۂ سودا کا ذکر ہو، تو البتہ یہ بات باور کرنے کی ہے۔

(۱۱) ذوق نے بھی غالباً کوئی تذکرہ نہین لکھا۔ ورنہ مولوی محمد حسین ضرور ذکر کرتے۔ ان کو تو ذوق
کی دستار فخر کے لئے ایک اور طرہ میسر آتا،

(۱۲) یہان پر مترجم نے غلطی کی ہے۔ یہ تذکرہ سعادت خان نصیر لکھنوی کا نہین، بلکہ سعادت خان
ناصر متوطن نگینہ مقیم لکھنو شاگرد مذنب، لکھنوی کا ہے۔

مین یہ اعتراف کرنے کے لئے تیار ہون کہ اُنھین سے بعض غلطیان نہایت معمولی قسم کی ہین لیکن
میرا خیال ہو کہ آپ بھی اس امر مین مجھ سے اتفاق فرمائینگے کہ ایک فرانسیسی مستشرق سے اس سے زیادہ احتیاط
کی توقع تھی۔ نہ جانے اصل کتاب کا کیا حال ہو۔ اگر یہی انداز ہے تو کچھ بہت زیادہ قابل وثوق نہین۔
مصحفی، قائم، اور میر حسن کے تذکرے ابھی تک پرانے کتبخانون مین اور ارباب ذوق کے پاس
موجود ہین۔ لیکن اگر جلد یہ طبع نہ کئے گئے تو تھوڑے دنون مین معدوم ہو جائینگے۔ مین نے عرصہ ہوا
اپنے ایک مضمون مین جو ایک اردو رسالہ مین چھپا تھا، انجمن ترقی اردو کو توجہ دلائی تھی کہ وہ ان کتابون
کو حشو و زوائد سے علحدہ کر کے چھپوا دے۔ اور قدیم اساتذۂ اردو مثل جعفر علی حسرت، مصحفی، میر محمد سوز، جرأت،
قائم، احسان، معروف، مجنون، آبرو، وغیرہم کے کلام کی طرف بھی اعتنا کرے لیکن اب تک انجمن نے ادھر توجہ نہ کی۔ دار المصنفین
اپنے ذمے اس سے اہم امور لے چکا ہی، اور ترقی اردو اس کے ضمنی مقاصد مین شامل ہی، ورنہ مین آپ سے درخواست
کرتا کہ ان مصنفین کو حیات تازہ بخشئے۔ اور ان مستند اساتذہ کے نام کو نہ مٹنے دیجئے۔

مطبوعات جدیدہ

حیوۃ العلماء، قصبہ سہسوان، واقع روہیل کھنڈ، ہندوستان کی ان مردم خیز بستیون مین ہی جہان کہ
دور مین بڑے بڑے علماء، مشائخ، شعراء اور دیگر اکابر علم و فن پیدا ہوتے رہے ہین، تاریخی حیثیت سے بھی یہ قصبہ
خاص اہمیت رکھتا ہی، سلاطین خلجیہ کے یادگاری کتبے اب تک یہان موجود ہین، علماء اور سادات عظام
کی آمد یہان شاہان لودھی کے زمانہ سے ہوئی، سب سے پہلے خواجہ سید محمد اسمعیل یہان تشریف لائے، اور
اس وقت سے آخر زمانہ تک یہ خطہ علم و فن کا مرکز رہا، ضرورت تھی کہ اس مردم خیز قصبہ کی ایک تاریخ اور یہان
کے علماء و مشائخ کے سوانح کسی مجموعۂ اوراق مین ترتیب دئے جاتے، جناب مولوی سید محمد عبد الباقی سہسوانی
ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہین کہ موصوف نے اس پیرانہ سالی مین جوان مردانہ علمی خدمت انجام دی، اور ۲۰۵ صفحات
کی کتاب مین ڈیڑھ سو بزرگون اور عزیزون کے نام زندہ کئے، جن مین اس قصبہ کے ہر صنف کے علماء، شعراء،
مشائخ، اولیاء، اطباء، اور متعدد خواتین کے سوانح جمع کئے ہین۔ گذشتہ بزرگون کے ساتھ موجودہ عزیزون
کے حالات بھی آخر کتاب مین تبرکاً لکھے ہین، کتاب نہایت مفید، دلچسپ، پر معلومات، اور قابل مطالعہ
ہی، طرز تحریر مین ذرا قدامت کا اثر ہی مگر وہ تو مقتضائے سن ہی، ابتدا مین قصبہ مذکور کے تاریخی حالات بھی
لکھے ہین، لکھائی چھپائی متوسط، قیمت عہ، پتہ مولوی سید عبد الباقی صاحب، لال باغ، بھوپال ہوس لکھنؤ

بھارت سبھا، ہندوستان کے دور جدید کے مشاہیر واکابر جو کسی قوم و ملت مین گذرے ہون،
یا جو اس عہد مین موجود ہین، اور ملک مین سیاسی، علمی، تعلیمی، مذہبی، اور ملکی خدمات انجام دے رہے ہین،
شیخ نذر محمد صاحب انور بی اے سیالکوٹی نے بھارت سبھا مین انکے مختصر حالات و سوانح یکجا کئے ہین اور
ان کو متعدد جلدون مین شائع کرنے کا ارادہ کیا ہی، بالفعل اس سلسلہ کی پہلی جلد شائع ہوئی ہے،

حقیقت مین یہ سلسلہ نہایت مفید ہی، اور آگے چل کر جب یہ زمانہ حال، ماضی بن جائیگا تو اس کتاب کا
ایک ایک صفحہ لعل و گوہر کے ہم پلہ ہوگا، مؤلف کو اُس کی اس علمی خدمت پر جس قدر مبارکباد دی جائے،
وہ کم ہی، اس پیش نظر جلد مین ہندوستان کے ہر صوبہ کے ہر مذہب کے، اور ہر قوم کے اکابر کے دلچسپ
واقعات و سوانح و خدمات فراہم ہین، چونکہ یہ سلسلہ نہایت اہم ہی اس لئے ہم جناب مؤلف کو حسب ذیل
امور کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہین،

مؤلف نے لوگون کے حالات کے لکھنے مین کوئی خاص ترتیب پیش نظر نہین رکھی ہی، حالانکہ یا
تو ان مین زمانہ کی ترتیب رکھنی چاہئے تھی، یا اصناف خدمات پر اُن کو مرتب کرنا چاہئے تھا، مثلاً علمی، مذہبی،
سیاسی، تعلیمی اکابر کو علحدہ علحدہ ابواب مین منقسم کرنا چاہئے تھا، کتاب کے آخر یا اوّل مین فہرست ضروری تھی، چونکہ یہ باقی
رہنے والی چیز ہی، اس لئے اس کی لکھائی چھپائی اور کاغذ کا اہتمام کرنا چاہئے تھا، با این ہمہ ہم مؤلف کو اُن کی
اس اہم خدمت پر مبارکباد دیتے ہین، بھارت سبھا کے بجائے اگر اس کا نام بھارت سپوت ہوتا تو بہتر ہوتا،
صفحات ۴۶۲، قیمت ۲ روپے، پتہ: نسیم بک ایجنسی، بشیر منزل، ترکمان دروازہ دہلی،

شاعری کی تیسری کتاب، خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی، اردو زبان کے قدیم
خدمت گذارون مین ہین، خواجہ صاحب ہمیشہ کچھ نہ کچھ زبان کی خدمت مین مصروف رہتے ہین، اس رسالہ
مین مؤلف نے اردو زبان کے علم قوافی اور عیوب قافیہ کو لکھا ہی، ہر مسئلہ کو آسان اور سہل طریقہ سے لکھکر
اردو اشعار سے اس کی مثال دی ہی، مبتدی شعراء کے لئے اس رسالہ کا مطالعہ مفید ہوگا، ضخامت ۸۴ صفحے،
قیمت ۸؍ مؤلف سے، احاطہ خانساماں لکھنؤ سے طلب کیجئے۔

انتخاب زرین۔ سید راس مسعود صاحب کے تذکرۂ شعرائے اردو کا ذکر گذشتہ معارف مین آچکا
ہے، غلطی سے اس کی قیمت اور ملنے کا پتہ اس مین لکھنے سے رہ گیا، قیمت عمار پتہ ذوالقرنین بدایون۔

عدد ششم	ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء	مجلد دہم

مضامین